شریمد

بھگوت گیتا

بزبان فارسی

از

فیضی

مطبع [illegible] ... شفیق کمبوه

بار اول قیمت ۱۲ [illegible]

انتساب

ہر

اُس انسان کے نام جو

صحیح انسانیت کی تلاش میں

سرگرداں ہے

باسمہ تعالیٰ

عرضِ حال

ہندو مذہب کی مقدس کتب میں سے جس کتاب نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور جس کے سب سے زیادہ تراجم غیر ملکی زبانوں میں ہوئے شریمد بھگوت گیتا ہے۔ سب سے پہلا ترجمہ جو کسی غیر ملکی زبان یعنی فارسی زبان میں اس کتاب کا کیا گیا غالباً **علامہ فیضی** کا یہی ترجمہ ہے جو اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ یہ دونوں فارسی نثر میں ہیں۔ ایک نسخے پر تو کسی مترجم کا نام درج نہ ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں ہو سکی کہ یہ کس بزرگ ہستی کی کاوشِ علمی کا نتیجہ ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے:-

"آغاز بھگوت گیتا کہ در مہابھارت سری کرشن جیو با ارجن از زبانِ مبارک فرمودہ اند کہ آں را بزبانِ ہندی گیتا مے

ہندو مہا سبھا دہلی کے ایما سے اس نسخہ کو رازِ معرفت کا نام دے کر کتابی صورت میں دہلی سے شائع کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نسخہ تو ایک ہی ہے اور مترجم بھی یقیناً ایک۔ مگر محققین کی رائے میں ایک غیر معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اظہارِ رائے تو سب نے کر دی لیکن حقیقی مترجم کوئی بھی نہ ڈھونڈھ سکا۔ ہر ایک نے محض قیاس آرائی سے ہی کام لیا۔ اور اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت میں کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں دی۔

اب اس منظوم ترجمے کو لیجئے۔ اس ترجمت کا بھی ایک قلمی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے پاس موجود ہے جس کے سرورق پر علامہ فیضی کا نام لکھا ہوا ہے ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں کسی کندن لعل سیار کے ہاتھوں شاہجہان آباد میں قلمبند ہوا۔ سوسائٹی والوں کی نظر میں یہ ترجمہ علامہ فیضی کا نہیں۔ مگر قاضی محمد منیر صاحب صدیقی آف ناروال (پنجاب) کا نظریہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ یعنی یہ کہ یہ ترجمہ علامہ فیضی کا ہی کیا ہوا ہے۔ چنانچہ زمانہ حاضرہ کے بھی بعض علما و فضلا کی رائے اس بارہ میں جب طلب کی گئی تو بعض نے اس کے حق میں اور بعض نے اس کے مخالف رائے دی۔ مخالفین اپنے

گویند۔ ارحین با جہ جیود حن . . . . الخ"

البتہ دوسرے نسخہ پر ابو الفضل کا نام درج ہے۔ لیکن مستشرقینِ یورپ اس سے متفق نہیں۔ اُن کی رائے میں یہ ترجمہ شاہجہان کے بڑے بیٹے شہزادہ دارا شکوہ کا کیا ہوا ہے اور یہ اس طرح شروع ہوتا ہے:۔

"اوّل از حمن بکہا دنام دھر تراست دوھرت راشٹر گفت اے سنجے در زمین کر کہیت (کورو کشیتر) کہ جز و تنہ نیکو کار است مردم من و پسرانِ پانڈو بجہا عت . . . . الخ

مذکورۂ بالا موجز الذکر قسم کا ایک عدد قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے پاس بھی موجود ہے۔ اس نسخہ پر شہزادہ دارا شکوہ کا نام درج ہے۔ نیز اسے آبِ زندگی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ سوسائٹی مذکورہ کے محققین کی رائے میں یہ ترجمہ شہزادہ موصوف کی بجائے کسی اور نامعلوم ہستی کا کیا ہوا ہے بعینہٖ اسی قسم کا ایک قلمی نسخہ جناب پنڈت امرناتھ مدن صاحب ساحر دہلوی تحصیلدار پنشنر لال حویلی چوڑی گراں دہلی کے پاس بھی موجود ہے۔ ان کی رائے میں یہ ترجمہ علامہ فیضی کا کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے سارکمار

کر سکنے کو تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ ترجمہ علامہ فیضی کا نہیں مگر یہ کوئی بھی نہ بتلا سکا کہ یہ ترجمہ آخر ہے کس کا۔ ان مختصر سی وجوہ کے بیان کر دینے کے بعد ہمیں قاضی محمد منیر صاحب جیسے فاضل کی رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کیونکہ قاضی صاحب موصوف کے پاس بھی اسی نوعیت کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا جس کو انہوں نے منظوم صورت میں بزبان اردو "اسرار معرفت" کا نام دے کر ۱۹۲۱ء میں لاہور سے شائع کیا۔ یہ منظوم اردو ترجمہ اس وقت بھی قاضی صاحب موصوف کے بھانجے قاضی محمد نذیر احمد ڈیٹر دفتر اکونٹنٹ جنرل صاحب بہادر صوبہ پنجاب لاہور سے مل سکتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سرکار انگلشیہ کے دور دورہ سے پیشتر اکثر اصحاب ذوق کے پاس انہیں اقسام کے قلمی نسخے موجود تھے جن میں سے کسی ایک کو فراہم کر کے لاہور کے ایک تاجر کتب میسرز رام پرشاد نرائن دت بیرون لوہاری دروازہ لاہور نے ایک معمولی سے پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا۔ اس کی کتابت اور طباعت کے متعلق اگر بدترین کا لفظ استعمال کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ چند یوم ہوئے کہ یہ نسخہ اپنے

دعویٰ کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس
ترجمہ کی زبان ویسی نہیں جیسی کہ علامہ فیضی کی دوسری کتابوں
اور بالخصوص مثنوی نل دمن کی ہے۔ اور یہ کہ یہ ترجمہ کسی کا لکھا
ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اعتراض تو کسی حد تک بجا ہے مگر
انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ آمد اور آورد میں زمین آسمان کا فرق
ہوتا ہے مثنوی نل دمن آمد ہے اور اس ترجمہ میں سراسر آورد
دوسرے یہ کہ کسی شاعر کے ابتدائی کلام اور آخری دور کے
کلام میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس کا لکھنا فارسی
پوری طرح نہیں آتی وہ بھلا عربی زبان کا کیسے ماہر ہو سکتا ہے
کیونکہ اس ترجمہ میں تو عربی زبان کے الفاظ اور محاورے
کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ چوتھے یہ بات بھی قابل غور
ہے کہ اس زمانہ میں چھاپہ خانہ تو تھا ہی نہیں۔ شائقین ہمیشہ
ایک دوسرے سے کتب مہیا کر کے کاتبوں سے لکھوا لیا
کرتے تھے۔ اور کاتب حضرات کو آپ جانتے ہی ہیں کہ اس
ترقی یافتہ زمانہ میں بھی بڑی بڑی فاش غلطیاں کر جاتے ہیں
اگر شریمد بھگوت گیتا میں ایسی غلطیاں پائی جاتی ہیں تو
اس میں کاتب حضرات مورد الزام ہیں نہ کہ شاعر۔ پانچویں یہ

آپ کو اس فاضل اور قابل قدر مترجم علامہ فیضی کے مختصر سوانح
حیات سے بھی روشناس کرایا جائے کیونکہ یہ ترجمہ درحقیقت شریمد
بھگوت گیتا کا تحت اللفظ ترجمہ نہیں بلکہ اس کے ہر ادھیائے
(باب) کے نفسِ مضمون کو ذہن میں جگہ دے کر نہایت آزاد خیالی
سے اس کے مطالب کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی
ہے کیوں نہ ہو بھلا علامہ فیضی جیسے سنسکرت کے زبردست
فاضل کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہ تھی۔ ترجمہ کرتے وقت فاضل
موصوف نے اصل مطالب کو فوت نہیں ہونے دیا۔ نیز یہ کہ ترجمہ
کرتے وقت زبان ایسی سادہ سلیس اور شستہ استعمال کی
ہے کہ آج کل کے زمانہ کا ایک اوسط درجے کا فارسی دان
بھی سب کچھ بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ یہ تمام خوبیاں آپ اسی
ترجمہ میں پائیں گے ورنہ شریمد بھگوت گیتا کے دوسرے جتنے بھی
تراجم آپ کو غیر ملکی زبانوں میں ملیں گے وہ بغیر امدادی کتب یا تشریحی
نوٹ کے پڑھے نہیں جا سکتے۔ حتیٰ کہ اردو جیسی عام فہم زبان میں بھی
جتنے تراجم موجود ہیں ان میں بلا مبالغہ ستر فیصدی سنسکرت کے الفاظ
پائے جاتے ہیں جن کا پڑھنا اور سمجھنا کارے دارد والا مسئلہ بن کر رہ جاتا
ہے۔ اس منظوم ترجمہ میں سوائے اُن مخصوص الفاظ کے جن کا بدل

دیرینہ کرم فرما، ادیب روزگار جناب مسٹر پی کے واٹل دام اقبالہٗ حال اکوٹنٹ جنرل صاحب بہادر صوبہ پنجاب لاہور کی نظر سے گذرا۔ سرسری نظر میں ہی آپ کی دوررس اور دقیقہ شناس نگاہوں نے اس نسخہ کی علمی، ادبی اور اصطلاحی غلطیاں نکال ڈالنے کے علاوہ کئی ایک دوسری خامیوں کی طرف اشارہ کیا۔ جنہیں دیکھ کر مجھے بھی دُکھ ہوُا اور میں نے محسوس کیا کہ اتنی نایاب چیز ایسی کس مپرسی کی حالت میں نہ رہنی چاہئے۔ چنانچہ میں نے تہیہ کر لیا کہ کم از کم ایک بار تو ضرور زمانۂ گذشتہ کے ہندو مسلم اتحاد کی یاد کو تازہ کرانے والے اس بہترین تحفہ کو تصحیح کر کے اعلیٰ کتابت و طباعت کے ساتھ اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش کروں۔ کہنے کو تو آسان بات ہے مگر کام کرنے والا ہی جانتا ہے کہ کسی کتاب کی تصحیح میں کیا کیا مشکلات در پیش ہوتی ہیں۔ چنانچہ کئی مہینوں کی مسلسل محنت اور پانی کی طرح روپیہ بہا دینے کے بعد جو نتیجہ بر آمد ہوُا وہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ گر قبول افتد زہے عزّو شرف۔

پیشتر اس سے کہ آپ کو شریمد بھگوت گیتا کے نفس مضمون اور مطالب و مقاصد سے آگاہ کیا جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

علّامہ ابوالفیض فیضی فیاضی

علامہ فیضی اکبرِ اعظم شہنشاہ ہندوستان کے عہدِ حکومت میں بمقام آگرہ ۱۵۴۷ء مطابق ۹۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ مبارک ایک مستند سید بزرگ کے بیٹے تھے۔ افلاس و نکبت کی وجہ سے بوڑھا شیخ ان کی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام تو نہ کر سکا مگر تاہم اس نے ان کی بہترین تعلیم کے لئے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چنانچہ بچپن ہی میں ہونہار تھے مختلف مشائخ کی صحبت میں رہ کر جوان ہوئے۔ علم و فن کا شہرہ دور دور پھیل گیا۔ اسی دوران میں سوئے اتفاق سمجھئے یا کچھ اور کہ اکبرِ اعظم کے کانوں تک ان کی خبر پہنچی۔ جوہری کو جوہر کی تلاش نے اتنا بے قرار کر دیا کہ بارگاہِ عالی سے فوراً ہی حکمنامہ طلبی صادر ہوا۔ آنا فاناً چند ترکمان سپاہی ان کے دروازے پر جا دھمکے۔ بوڑھا شیخ تو اس وقت گھر میں ہی موجود تھا مگر یہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ ترکمانوں کو دیکھ کر شیخ سہم گیا۔ سمجھا کہ کوئی اور بلائے ناگہانی نازل ہو رہی ہے۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو گئے۔ کہتا ہوگی سے

استعمال کرنے سے مطلب کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ قابل مترجم نے فارسی الفاظ کو نہایت قابلیت کے ساتھ جگہ دی ہے اور کسی مترجم کے لئے یہی سب سے بڑی خوبی کی بات ہے۔ اس بات کا اندازہ صرف وہی حضرات لگا سکتے ہیں جو سنسکرت اور فارسی دونوں زبانوں میں کافی استعداد رکھتے ہوں۔

آخر میں میں اپنے اُن تمام احباب کا جو کہ میرے اس کام میں ممد و معاون ثابت ہوئے اور جنہوں نے میری ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرمائی دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
نہ سہی گر میرے الفاظ میں معنی نہ سہی

یکم دسمبر ۱۹۴۱ء

محمد شفیع کمبوہ
گڑھی شاہو لاہور

13/2/42

اول اول مشہور تخلص کیا۔ پھر فیضی اور بعد ازاں فیاضی۔
ایک بلند خیال شاعر اور شگفتہ مزاج عالم ہونے کے سبب بہت جلد ہی بادشاہ کے مصاحب خاص چنے گئے۔ معاملہ سیاسی ہو یا مذہبی کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں ان کی رائے نہ لی جاتی ہو۔ تمام شہزادے تعلیم کی خاطر انہیں کے سپرد ہوتے چنانچہ شہزادہ سلیم، مراد اور دانیال کو ان ہی کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ سنہ ۹۹۶ھ میں انہوں نے ایک رباعی لکھی:۔

آں روز کہ فیض عام کردند ۔۔۔ مارا ملک الکلام کردند
مارا ز تمام در ربودند ۔۔۔ تا کار سخن تمام کردند

شہنشاہ اکبر جو ہمیشہ انہیں شیخ جیو کے نام سے پکارا کرتے تھے اس رباعی کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور علاوہ مروجہ انعام و اکرام کے انہیں ملک الشعرا کا خطاب مرحمت فرمایا۔

ایک غیر معمولی قابلیت کے حامل ہونے کے باعث انہوں نے تقریباً ہر مضمون یعنی نظم، طب، نجوم، موسیقی، حکمت، تصوف، ہیئت، ہندسہ، تفسیر، حدیث اور فقہ پر لاتعداد کتابیں تصنیف کیں۔ علاوہ فارسی اور عربی کے چونکہ سنسکرت زبان کے بڑے زبردست فاضل تھے۔ اس لئے اکبر اعظم کے حکم سے سنسکرت کی بیشتر کتابوں کا ترجمہ فارسی

یہیں نازل جو ہوتی ہر بلا ہے
مرا گھر ہے کہ یارب کربلا ہے

اسے کیا علم تھا کہ اس کا لڑکا مجرم کی حیثیت سے نہیں بلکہ بادشاہ کے شوق کا گلدستہ بن کر جا رہا ہے۔ اسی سوچ میں تھا کہ اُدھر سے صاحبزادہ صاحب بہادر بھی تشریف لے آئے اور ترکمان سپاہیوں کے ساتھ یہ جا وہ جا۔ گھر والے اسی حیرانی و پریشانی میں تھے کہ چند دنوں کے بعد مفصل حالات سے مطلع ہونے پر بوڑھے شیخ کے دل کی مرجھائی ہوئی کلی ایک بار پھر شگفتہ ہوئی۔ بادِ خزاں کی جگہ اب پھر بادِ بہاری کے جھونکے آنے لگے نحوست دور ہوئی اور ہر طرف سے مبارکبادی کی صدائیں آنے لگیں۔

دربارِ شاہی میں حاضر ہوئے تو انہیں بادشاہ کے کٹہرے کی جالی کے باہر کھڑا ہونے کو کہا گیا۔ کھڑے ہوتے ہی فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھا۔

بادشاہا بروں پنجرہ ام   از سر لطف خود مرا جا دہ
زانکہ من طوطی شکر خایم   جائے طوطی درون پنجرہ بہ

گوہر شناس اکبر اس حاضر کلامی سے بہت خوش ہوا اور نزدیک آنے کی اجازت بخشی۔ سب سے پہلا قصیدہ جو علامہ فیضی نے دربار میں پڑھا تقریباً دو صد اشعار پر مشتمل ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

سحر نوید رسان قاصد سلیمانی   رسید ہمچو سعادت کشادہ پیشانی

۱۵ اکتوبر ۱۹۵۹ء مطابق ۱۰ صفر ۱۴۰۰ھ میں تقریباً چھ ماہ بعارضہ ضیق النفس و استسقا وغیرہ مبتلا رہ کر اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئے۔ بیماری کے ایام میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

گر ہمہ عالم بہم آید بجنگ
بے نشود پائے تیپو لنگ

زبان میں کرتے رہے۔ لیلاوتی (جو کہ سنسکرت زبان میں ریاضی کی کتاب تھی) مہابھارت۔ اتھروِن بید اور بھاگوت گیتا وغیرہ کا ترجمہ ان کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ علاوہ مندرجہ بالا کتب کے آن کی مشہور و معروف تصنیفات درج ذیل ہیں :۔

تفسیر سواطع الالہام۔

موارد الکلم

مرکز ادوار بمقابلہ مخزن اسرار از نظامی گنجوی۔

سلیمان بلقیس " خسرو شیریں " "

نل دمن " لیلیٰ مجنوں " "

ہفت کشور " ہفت پیکر " "

اکبرنامہ " سکندرنامہ " "

تباشیر الصبح یعنی دیوان فیضی فیاضی جو کہ تقریباً نو ہزار ابیات کا مجموعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ مثنوی نل دمن کا جواب آج تک نہیں لکھا گیا۔ ان کے علاوہ فیضی فیاضی کے وہ خطوط جو انہوں نے امور سلطنت وغیرہ کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً لکھے انشائے فیضی کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ خطوط علم و ادب میں ایک نمایاں اور جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

یا قصبہ وغیرہ میں قانون شکنی یا بدامنی حد سے بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تو وہاں کی حکومت قیام نظم و نسق کی خاطر ایسے باغی علاقوں کے لوگوں کو درست کرنے کے لئے تعزیری پولیس مقرر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب دنیا میں بدکرداری یا بداخلاقی کا دَور دَورہ شروع ہو جاتا ہے تو پروردگارِ عالم اپنے کسی خاص بندے کو دنیا والوں کی اصلاح کے لئے مامور کر دیتا ہے یہی شخص بعد ازاں خدا کا اوتار کہلاتا ہے۔ اِن اوتاروں یا مصلحین کے مختلف مدارج یا طبقے ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ تین طرح سے ظہور میں آتے ہیں جیسا کہ مندرج ذیل ہے:-

ل۔ پہلا طبقہ ان مصلحین کا ہوتا ہے کہ جن کی آمد کے وقت دنیا پر مادیت کے بادل چھائے ہوتے ہوں۔ ہر طرف حرص وہوا نفسانیت و خود غرضی کا دور دورہ ہو۔ اور خودی و خود بینی کے سوا لوگوں کو کچھ نہ سُوجھتا ہو۔ یہ بزرگ جو اس وقت ظہور میں آتے ہیں نیکی کی تعلیم اور اخلاق کا درس دینے میں اپنے اندر ایک خاص کمال رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے مصلحین میں سے شری بیاس جی اور شری شنکر اچاریہ جی انہیں اوصاف کے مالک تھے۔

دیباچہ از ناشر

ہندو عوام کا بالخصوص وبیشتر، دیگر مذاہب کا بالعموم یہ عقیدہ ہے کہ خدا اپنی ذات کو دنیا کے سامنے وقتاً فوقتاً مختلف قالبوں میں پیش کیا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کو خدا کا مظہر یا اوتار سمجھا جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ ان اوتاروں کا ظہور خود بخود نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ عین اس وقت ہوتا ہے جب دنیا میں ان کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان اوتاروں کے ذمے الگ الگ فرائض ہوتے ہیں۔ جن کو وہ مختلف حالتوں اور مختلف شخصیتوں کی صورت میں ظاہر ہو کر ادا کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ شریمد بھگوت گیتا میں اس بارے میں خدا کی طرف سے یوں ارشاد ہوتا ہے ؎

جو دنیا و دین سست گردد ہمے
نمایم خود را بشکل کسے

روزمرہ کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جب کسی علاقہ

وجہ حرص و طمع کی حکمرانی تھی۔ تاجداروں کا شمار راہزنوں سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ بدکرداری عام ہو چکی تھی۔ چنانچہ ضرورتِ وقت کو دیکھ کر قدرت نے ایک ایسے شخص کو جنم دیا جو کہ تعصب، استبداد اور ظلم کا سخت دشمن تھا۔ اور جس نے کہ دنیا کو محبت و مساوات کا درس دیتے ہوئے اپنی ساری عمر دنیا والوں کو راہِ راست پر لانے میں گزار دی۔ اس عظیم الشان اور واجب الاحترام ہستی کو سری کرشن جی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جو جامعیت اور ہمہ گیری ان کی زندگی میں پائی جاتی ہے اس لحاظ سے ان کا شریک کسی کو نہیں سمجھا جاتا چنانچہ سری رامچندر جی سے بھی ان کا درجہ بلند سمجھا جاتا ہے۔ اس فوقیت و برتری کا ثبوت صرف اسی بات سے مل سکتا ہے کہ حکماء ہند نے دنیا کی عمر کو چار حصوں یا چار زمانوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے ست جگ دوسرے ترتیا جگ۔ تیسرے دواپر جگ اور چوتھے کل جگ۔

ست جگ گویا انسان کی معصومیت کا دور تھا۔ ہر طرف نیکی ہی نیکی تھی اور بدی کا نام تک بھی نہ تھا۔ دوسرے دور ترتیا جگ میں نیکی کی قوت کچھ گھٹنے لگی اور بدی و نیکی کے مابین ایک اور تین کا تناسب ہو گیا۔ تیسرے دور یعنی دواپر جگ میں

ب - دوسرے مبتدہ کے بزرگ جو کہ خلوص و ایثار کے پیکر ہوتے ہیں اور جن کی زندگی تقدس و پاکبازی کا مجسمہ ہوتی ہے اس وقت ظہور میں آتے ہیں جب کہ دنیا میں بدکرداری و بدچلنی کا سیل امڈ آیا ہو۔ نیز اہلِ دنیا کے احساسات مکمل طور پر فاسد ہو چکے ہوں۔ مہاتما بدھ۔ بابا کبیر داس۔ حضرت مسیح اور گورو نانک کا نام اس سلسلے میں پیش پیش ہے۔

ج - جب سردو طبقات بالا کے مصاحبین کو گزرے ہوئے کافی عرصہ ہو جاتا ہے اور دنیا میں ان کی تعلیمات کا اثر ماند پڑتا دکھائی دیتا ہے اس وقت قدرت ایسے اشخاص کو جنم دیتی ہے جو کہ تاریخ عالم کا رخ بدل دیتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں اس درجہ کے ہادی سری رامچندر جی اور سری کرشن جی اور ہندوستان سے باہر پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلعم تھے جو کہ نہ صرف ایک جدید مذہب ہی بلکہ ایک جدید تمدن و سلطنت بھی قائم کر گئے۔

شری کرشن جی

ہندوستان کی ابتدائی تاریخ کی ورق گردانی کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جنگِ مہابھارت برپا ہونے سے پیشتر کا زمانہ ایک عجیب شر کا فتنہ و فساد کا زمانہ تھا۔ اس وقت ہندوستان میں ظلم

میں امن قائم ہوا۔

دنیا کا نظام اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب کہ ہر طبقہ ہر جماعت بلکہ ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ مکمل آزادی و اطمینان حاصل ہو۔ اور کوئی کسی دوسرے کے کام میں خواہ مخواہ مداخلت نہ کرے ۔ چنانچہ یہی عظیم الشان مقصد سری کرشن جی کے ہمیشہ پیش نظر رہا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے دوران میں جو تلقین وہ کرتے رہے ہیں اس کو شریمد بھگوت گیتا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

شریمد بھگوت گیتا۔

بھگوت گیتا سنسکرت کا لفظ ہے اس کے معنی بھگوان کا گایا ہوا (گیت) ہیں۔ لہٰذا ہر تو شریمد بھگوت گیتا ہندوؤں کی مقدس کتاب مہابھارت کا ایک جزو ہے مگر دراصل جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے شری کرشن جی کے ان مختلف اقوال کا مجموعہ ہے جو کہ وقتاً فوقتاً انہوں نے دنیا والوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کہے۔ درحقیقت انسان کی روحانی و جسمانی بیماریوں کے لئے یہ ایک ایسا بیش بہا نسخہ تجویز کیا گیا ہے جس کے مطابق عمل کرنے سے انسان بجا طور پر صحیح انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ بھائیوں اور

نیکی اور بدی کی قوتیں مساوی ہوگئیں۔ چوتھا کلجگ کا دور تھا
جس میں کہ نیکی بالکل مفقود اور بدی مکمل طور پر غالب تھی۔ ہر
طرف بدکرداری وخودغرضی ہی دکھائی پڑتی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے
کہ سری رامچندر جی کی پیدائش ترتیا جگ کے خاتمہ اور
دواپر جگ کے آغاز میں ہوئی۔ برعکس اس کے سری کرشن جی
اس وقت پیدا ہوئے جب کہ دواپر جگ ختم اور کلجگ شروع
ہو رہا تھا۔ یعنی یہ کہ اس وقت دنیا میں بدی ہی بدی چھائی ہوئی
تھی۔ اس پرآشوب زمانے میں جنم لے کر اہل دنیا کو راہ راست
پر لانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سری کرشن جی کو
دوسروں پر فضیلت دی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر
لمحہ بدطینت انسانوں کے ساتھ جنگ و جدل کرنے میں صرف ہوتا۔
وہ تمام عمر مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے نجات دلانے میں مصروف
رہے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود مہابھارت کی جنگِ عظیم
برپا کرائی اور جب دیکھا کہ اس عظیم الشان قتل و غارت کے بعد
بھی ان کا مقصد پورا نہیں ہوا تو اسی قسم کی ایک اور جنگ دوارکا
کے قریب برپا کرادی جس میں کہ تقریباً پانچ لاکھ انسانوں کو
ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔ جب جا کر ہندوستان

ج۔ اپنے ہر فعل یعنی کام کو کرنے کے بعد خدا کی طرف سونپنا۔
د۔ روزمرہ کی زندگی میں جو کچھ بھی کرنا وہ بغیر کسی لالچ و فائدہ کو ملحوظ رکھ کر کرنا۔ بلکہ اُسے اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر ادا کرنا وغیرہ وغیرہ۔

پیشتر اس کے کہ مندرجہ بالا امور کی وضاحت کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے گیتا کے اس روحانی فلسفے کی جانب آپ کی توجہ منعطف کرائی جائے جس کو مسلمان صوفیوں کی اصطلاح میں تصوف کہتے ہیں۔ چنانچہ جس ترتیب کے ساتھ اس کی تشریح گیتا میں موجود ہے اسی ترتیب کے ساتھ یہاں درج کی جاتی ہے۔

روح اور جسم

ارشاد ہوتا ہے کہ رُوح ابدی اور جسم فانی ہے۔ دنیا میں اگر کسی انسان کا لباس پھٹ جاتا ہے تو وہ دوسرا تبدیل کر لیتا ہے۔ اسی طرح جسم بھی روح کا ایک لباس ہے ایک پھٹا دوسرا پہن لیا۔ بچپن جوانی اور بڑھاپا سبھی روح کے لباس ہیں اور دنیا سدا کال ہے۔ روح چونکہ ہمیشہ زندہ رہتی ہے اس لئے اس کی تبدیلی کا غم بے سود ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار

جنگلوں میں مارے مارے پھرنے والوں، مندروں مسجدوں اور کلیساؤں میں خدا کو ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ ایک مشعلِ راہ کا کام دیتا ہے۔ اس صحیفے میں اگر ایک طرف روحانیت کا درس دیا گیا ہے تو دوسری طرف انسانیت کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ متعدد دلائل اور بیش بہا پند و نصائح سے انسان کو اس کے صحیح مقاصدِ زندگی سے آگاہی بخشی گئی ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

اقبال

وہ بنیادی اصول جن پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ اور جن پر کہ عمل پیرا ہونے سے انسان رفتہ رفتہ بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل کر سکتا ہے مختصراً یہ بتائے گئے ہیں

ا۔ خدا کا ایک جاننا اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

ب۔ چونکہ خدا کے نزدیک تمام انسان یکساں ہیں اور فضیلت صرف اسی کے لئے ہے جس کے کام اچھے ہونگے۔ لہٰذا ہر وقت اور ہر لمحہ نیکی کرنا۔

نہیں ہو سکتا جب تک وہ نفس امّارہ (تموگن) کو قبضہ میں نہ لے آئے۔ نجات صرف اسی کے لئے ہے جس نے کہ نفسِ امّارہ پر قابو پا لیا چنانچہ ملاحظہ ہو:

رجوگن۔ ستوگن۔ تموگن، سہ گن — ہمہ خلق زانہا بود بے سخن
از و ہر سہ گن مے شود آشکار — کہ موقوف آنہا بود جملہ کار
ستوگن بود خوئے اہلِ کمال — کہ یابند زاں دولتِ بے زوال
صفائے ستوگن جو آئینہ داں — از و ہست تسکین آرامِ جاں
ہماں دانش و معرفت مے دہد — کہ انساں ز آمد شدن وا رہد
رجوگن ہمہ تن تمنا بود — از و کار کردار پیدا بود
اگر جامہ را در رجوگن گذاشت — بصفہائے نیکاں علم بر فراشت
تموگن بود موجبِ غافلی — از و سر زند جاہلی کاہلی
اگر در تموگن گذشت از جہاں — بود داخلِ زمرۂ ابلہاں
تموگن بہ تحت الثری مے برد — بہ بیں از کجا تا کجا مے برد

بود نفسِ امّارہ خصمِ قوی
بکن جہد مردانہ شو مدعی

عرفان۔

اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے نفس پر کیسے قابو

سے واضح ہوتا ہے ؎

غمِ آن مخور کو نباید بیار — بیا بر سخنہائے من گوش دار
من و تو دگر ہرچہ موجود ہست — ہمیشہ گرفتارِ این بود و ہست
تغیر بجسم است و جاں فارغ است — حوادث برین است آں فارغ است
بگرمی و سردی تنت آشنا ست — نہ جانت کہ فارغ ز سرد و سرا ست
تنِ ہر کسے ہمچو جامہ بود — شود پارہ ہرگاہ کہنہ بود

پوشندۂ جامہ جان ست نام
خیالِ فنا گشتنش بست نام

حواسِ خمسہ اور نفسِ انسان۔

بیان کیا گیا ہے کہ نفسِ انسان پر مختلف حواس کے ذریعے سردی، گرمی، آواز، لذت اور بو کا فی اثر پڑتا ہے اور یہ کہ انہیں اثرات کی وجہ سے انسان آرام یا تکلیف محسوس کرتا ہے۔ چونکہ یہ رنج و راحت بیرونی تعلقات کی وجہ سے حواس پر مسلط ہوتے ہیں اس لئے یہ سب بے اصل ہیں اور ان کا خیال فضول۔ اس کے بعد نفسِ انسانی کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے کہ ہر سہ نفس یعنی کہ نفسِ امارہ (تموگن) نفسِ لوامہ (رجوگن) اور نفسِ مطمئنہ (ستوگن) کی کیا کیا خصوصیات ہیں اور یہ کہ انسان اُس وقت تک کامیاب

۱۱۔ کم گفتن ۱۳۔ کم خوردن۔

۱۲۔ کم خفتن۔

ان اصولوں کی پابندی کے علاوہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ کسی مردِ کامل کی صحبت میں گذارے جب یہ تمام مرحلے طے ہو جائیں گے تو اُس وقت وہ اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں پائے گا جو کہ اُس کی حقیقی منزلِ مقصود ہو گی۔ یہی دنیا والوں کی انتہا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ؎

شناسائے من عارفِ کامل است — بہر رنگ یادِ منش در دل است
بود عارف آنکس کہ مغرور نیست — دمے از یگانگی باش منظور نیست
گر او در حقیقت پسندید حق — بہ بخشائشش او بود مستحق
اگر غیریت مے برآرد ز دل — بعرفانِ حق مے شود متصل
جہاں پردہ ہست بر روئے جاں — نہ بردارد او را بجز عارفاں
بود ہر کہ عارف خدا بوجہاں است — براتش ثنائے زمین و زباں است
خدا نیست عارف ولے از خدا — جدا نیست نزدیک اہلِ صفا

ہمہ در جہاں نیست عارف بجاست
گر او رفتہ است خود با خداست

پایا جائے۔ اس کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ اس پر قبضہ پانے کا واحد ذریعہ عقلِ سلیم ہے۔ چونکہ جسم کا کام صرف فعل ہے خواہ اس فعل سے کوئی نتیجہ برآمد ہو یا نہ۔ اگر یہ فعل عقلِ سلیم کے تعاون سے سرزد ہو تو وہ ضرور مقبول ہوگا۔ لہٰذا قرار پایا کہ عقلِ سلیم کا حامل ہونا ہر انسان کے لئے نہایت ضروری ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی کا راز ہے چنانچہ ہر وہ انسان جو کہ عقلِ سلیم رکھتا ہو۔ بہت جلد ہی ایک ایسے منصب جلیلہ پر فائز ہو سکتا ہے جس کو کہ گیان جوگ یا عرفان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اس مرتبہ پر پہنچنے والے کو عارف کہتے ہیں۔ عارف بننے کی خواہش رکھنے والے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ حرص و ہوا کو ترک کرے۔ خواہشات نفسانی کو پاس نہ پھٹکنے دے اور اپنی زندگی میں کم از کم مندرجہ ذیل تیرہ اصولوں پر سختی سے کاربند ہونے کی کوشش کرے۔

۱۔ خدا کی ذات میں مستغرق رہنا
۲۔ صفات پرستی۔
۳۔ حواس پر قابو۔
۴۔ دل پر قابو۔
۵۔ ضبطِ محسوسات۔
۶۔ زہد۔
۷۔ عمل۔
۸۔ خیرات۔
۹۔ تحصیلِ علم۔
۱۰۔ حبسِ دم۔

منم مہر و من ماہ و من اخترم — منم آنکہ از جملہ بالاترم
منم نغمۂ دریا و ساحل منم — منم آبِ حیواں ہلاہل منم
دریں کارگہ ہر چہ ہستم منم — گواہِ بد و نیک عالم منم
ہمہ در جہانیم یکے در ہمہ — نگاہ از تأمل فگن بر ہمہ
ہمہ رفتنی از جہانے خود است — کہ اینہا ہمہ از برائے خود است

اگر یافتی کارِ خود ساختی
وگرنہ عبث عمر در باختی

فعل باعمل

یہ تو تھیں روحانی باتیں اب تصویر کا دوسرا رُخ لیجئے یعنی یہ کہ دنیا میں رہ کر انسان کو کیسے زندگی بسر کرنا ہے۔ گیتا کی تعلیم یہ نہیں کہ انسان دنیا کو تیاگ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے بلکہ یہاں تو اس کے بالکل برعکس مشورہ دیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ انسان وہی ہے جو اپنے افعال و اعمال سے اپنے آپ کو صحیح انسان کہلانے کے لئے تگ و دو کرے۔ دنیا میں رہ کر انسانیت کی زندگی بسر کرے سب سے پہلے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ اس کا ہر فعل باعمل رضائے الٰہی کے ماتحت ہو۔ اپنی ہر بات کو خدا کی طرف سونپے۔ جو شخص اس طرح سے زندگی بسر کرے گا وہ

جلوۂ حق۔

جس وقت عارف اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ کر قربِ خداوندی کو حاصل کر لیتا ہے تو اُسے نظامِ دنیا میں ایک بڑی زبردست تبدیلی نظر آنے لگتی ہے۔ کیونکہ اُسے نہ اپنا آپ اور نہ ہی کچھ اور سوجھتا ہے اسے وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ جدھر نظر دوڑاتا ہے اسے اپنے محبوبِ حقیقی کا پرتو ہی نظر آتا ہے۔ چنانچہ صوفیوں کے اس مشہور و معروف عقیدہ لا موجود الا اللہ کی تفسیر جس لطیف پیرایہ میں شریمد بھگوت گیتا میں وقتاً فوقتاً بیان کی گئی ہے اس کا منظوم ترجمہ یہ ہے:—

منم آنکہ اوّل ظہورم ز من است — جہاں روشن از شمع نور من است
مرا اوّل و آخر آنکس کہ دید — بجا ہست کہ منزل رسیدن رسید
جہاں ہست معدوم موجود جان — بود پرتو ذات معبود جان
عرق ما است تغییر جوہر بجاست — یقیں داں کہ آں مہر انور بجاست
منم حرفِ اوّل کہ من گفتہ ام — بصد رنگ دیگر سخن گفتہ ام
زمیں ہم منم آسماں ہم منم — مکیں ہم مرا داں مکاں ہم منم
مرا ظرف و مظروف ہر دو بداں — مرا حرف و معروف ہر دو بداں

پدری کا جوش ہے تو دوسری طرف قانون وقت کا احترام، ایک نظر بیٹے پر ہے تو دوسری کرسیٔ عدالت پر۔ عجیب الجھن میں پھنسا ہوا ہے۔ اگر سچ بولتا ہے تو بیٹا سزایاب ہو کر اس کے ہاتھ سے جاتا ہے اور اس کا ذریعہ معاش بند ہو جاتا ہے۔ اگر جھوٹ بولتا ہے تو اس کی غیرت گوارا نہیں کرتی اور ضمیر ملامت کرتا ہے۔ ان حالات میں شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم اسے سبق دیتی ہے کہ وہ اپنی اخلاقی جرأت سے کام لے کر سارا واقعہ سچ سچ کہہ دے عدالت کو صاف صاف کہہ دے کہ اس کا بیٹا واقعی مجرم ہے نہ یہ کہ آج کل کے زمانے کی طرح جیسا کہ ایک نوجوان اپنی دولت مندی کے غرور اور گھمنڈ کی وجہ سے کسی غریب ہمسایہ پر کوئی ظلم ڈھاتا ہے۔ مظلوم آہ و بکا کرتا ہے۔ پولیس میں پہنچتا ہے یا عدالت میں۔ اس وقت مجرم کے والدین۔ خویش و اقارب اور دیگر رشتہ داروں کی انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ اوّل تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے ہی نہ پائے۔ اور اگر بفرضِ محال کوئی عادل مظلوم کی دادرسی کرنے کو تیار بھی ہو جائے۔ تو وہ ملزم کو بے گناہ ثابت کرنے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ یہ فعل گیتا کی تعلیم کے بالکل منافی

یقیناً رحمتِ خداوندی کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ اس بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

عمل ہر کہ بہر خدا مے کند — بمنزل گہِ قدس جا مے کند
برائے خدا کن ہمہ کارہا — مجو ہیچ پاداش کردارہا

یہ تو تھی عمل کی ایک قسم اب دوسری اقسام کو لیجئے۔ پیشتر اس سے کہ انسان اندھا دھند عمل کرنا شروع کر دے اُس کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی سے مکمل طور پر آگاہ ہو اور پھر پورے طور پر نڈر ہو کر اُن پر عمل کرنے کی کمر باندھ لے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران میں کسی قسم کے خوف، طمع، دوستی، قرابت اور دیگر ہر قسم کے دنیاوی تعلقات کو نزدیک بھی نہ پھٹکنے دے۔ جہاں تک ہو سکے ضمیر فروشی سے اجتناب کرے اور جس بات کو وہ درست سمجھے بلا پس و پیش کر گزرے۔ مثلاً ایک نوجوان اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا اپنے والد کی موجودگی میں کسی قابلِ مواخذہ جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ بیٹا ملزم کی حیثیت سے اور باپ بطور گواہ عدالت میں پیش ہوتے ہیں۔ اس وقت اس بوڑھے باپ کی عجیب کیفیت ہے۔ اُس کے دل و دماغ میں ایک عجیب قسم کی کشمکش باقی ہو رہی ہے۔ ایک طرف شفقت

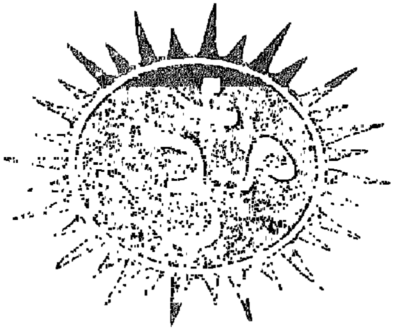
یا نقصان ۔ اُسے عزت نصیب ہوگی یا ذلّت ۔ اپنے ہر عمل کے
دوران میں سوچنا چاہئے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اُس کے فرائض
منصبی میں داخل ہے ۔ وہ نہ تو کسی پر احسان کر رہا ہے اور نہ ہی
کسی کو عمداً نقصان پہنچانے کا خواہاں ہے ۔ اُس کے ذمہ
صرف فرض کی ادائیگی ہے اور بس ۔ تاریخ عالم کی ورق گردانی
سے آپ کو متعدد مثالیں ایسی ملیں گی جن سے واضح طور پہ
ثابت ہو جائے گا کہ بیشتر چھوٹی چھوٹی اور کمزور قومیں ملکی
بچاؤ کو اپنا فرض منصبی سمجھتی ہوئیں بے پرواہ وار آزادی کی شمع
پر جل کر ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئیں ۔

انفرادی حیثیت سے بھی ایک نہیں سینکڑوں مثالیں
ایسی موجود ہیں کہ کس طرح بزرگانِ دین حق و صداقت کی خاطر
جبر و استبداد کا شکار ہو گئے ۔ اور اُف تک نہیں کی ۔ صرف
اس لئے کہ وہ جس فعل کی وجہ سے رنج و محن کی سختیاں برداشت
کرنے پہ مجبور ہوئے ۔ وہ ان کے فرائض منصبی میں داخل تھا ۔
اُنہیں حق و باطل میں تمیز تھی ۔ جو کچھ بھی انہوں نے کیا درست
جان کر اور بغیر کسی نفع یا نقصان کی خواہش کے کیا ۔ یہی ہے
صحیح انسانیت اور سیدھی راہ جس کا اشارہ شریمد بھگوت گیتا

ہے۔ وہاں تو صرف یہی کہا گیا ہے کہ جس فعل کو درست سمجھو کرتے رہو۔ کیونکہ اچھے افعال ہی سے انسان سرفراز ہوتا ہے جیسا کہ مندرج ہے :-

ز اعمال صورت گرفتہ جہاں ۔۔۔ ز اعمال آمد جحیم و جناں
عمل می رساند بہی بر کمال ۔۔۔ عمل می رہاند ز بیم و وبال
عمل کن عمل کن کہ خامی مشو ۔۔۔ مکن ترک آں تا ملامی مشو
رسد بے عمل کے بمعراج چنگ ۔۔۔ عمل سے ملے بر عرش تاج چنگ
ز کار است گوشہ رو و در بہشت
بقعر جہنم برد کار زشت

بس یہی نہیں کہ انسان اچھا عمل کرتا رہے۔ اور دل میں یہ سوچے کہ اس کی نجات ہو جائے گی بلکہ اس کے ساتھ ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنی پڑے گی۔ جو سب سے زیادہ مشکل ہے۔ یہ ایک ایسی کڑی شرط لگا دی گئی ہے کہ بڑے بڑے مردان کار بھی اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ وہ یہ کہ انسان جو فعل بھی کرے وہ بغیر کسی لالچ یا معاوضہ کی امید کے کر گذرے۔ اُسے اپنا فعل کرتے وقت دل میں یہ خیال تک بھی نہ لانا چاہیئے کہ اُس کے عمل کا نتیجہ کیا ہوگا یا اُسے فائدہ ہوگا



ادھیائے اوّل ۔ بکھیا جوگ

طرازندهٔ داستان کهن
چنین سال بکشاید طرح سخن
که چون پیسید و هراشت ازحق ابی
که کرکهیت رشک بهشت برین
بود مزرعه آخرت در جہاں
درین جا رسیدند چون کوروان

... اشتر سنج ۔ کورکشیتر کامیدان ۔ کورو

جس یوں کیا گیا ہے ؎

گر از تخمِ کردار خواہی ثمر — شوی خوار در چشمِ اہلِ نظر
کسے کو نتیجہ نخواہد ز کار — ہما لست مقبولِ پروردگار
جزائے عمل خواستن خوب نیست — بامید دل کاستن خوب نیست
نخواہد اگر کس جزائے عمل — کند صرف ہمت برائے عمل
ز اعمال ہرگز نتائج مخواہ
بکن محو خود را بذاتِ الٰہ

یہ ہے مختصر خلاصہ سری کرشن جی مہاراج کے اس اپدیش کا جس کو کہ شرمد بھگوت گیتا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے غور سے پڑھئے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کیجئے ۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقبال

مرحبا وداں سانبک نامدار
قوی پنجہ جرأت دشمن شکار
دگر راجہ چنداں بفوج گراں
مہیائے کیں ہمچو شیر ژیاں
دروپد بل حصہ رزمگاہ
کند گرد فتح جہانرا سپاہ
رئیس رتھیاں دگر کاشی راج
شہانرا ازو چشم اکلیل تاج
دگر کنت بھوج و دلیر شیو بار
دگر ابھمن مرد میدان کار
بصد زور و طاقت دگر پروجت است
بدلہائے شیراں ازو ہیبت است
جہاں پہلوان آنوجبا دلیر
دگر دھرشٹ کیت است مانند شیر

رتھی - وراٹ - یودھامان - کنتی بھوج - شیو - ابھمنیو - پوروجت - دھرشٹکیتو

دگر پانڈواں از سپئے کارزار
چنانست این قصه اے ہوشیار
جوابش چنیں گفت کاے بادشاه
برستند هر دو صفوف سپاه
چو فرزند تو فوج دشمن بدید
به نزد درونا اچارج رسید
بگفتش ببیں لشکر پانڈواں
نظر کن که ترتیب دارد چساں
درشتدمن هست سالار فوج
جگردار بیشش رونق کار فوج
یلے بهیم جیسے به پهلوے او
دگر نکل وسہدیو بازوے او
دگر ارجن است آں چناں پهلواں
که لرزد ز خوفش بخود آسماں

پانڈو درونا اچارج دهرشٹدیومن بهیم نکل سہدیو ارجن

سپہ آں طرف گرچہ کمتر بود
ولے ہر دلیرے چو اژدر بود
بظاہر بود فوج من بیشمار
چہ حاصل کہ جنگم بس نیست یار
گرفتم کہ با دشمناں جنگ کرد
بخود کار از شرم من تنگ کرد
مراعات دشمن چو منظور اوست
کند صرف آں ہرچہ مقدور اوست
خوش است ار دل او بدست آورید
کہ بر فوج اعدا شکست آورید
چو ایں گفتگوہا بجنگم رسید
بپیچید و خود را بمیداں کشید
چناں مہرہ خویشتن در نواخت
کز آوازہ او شیر نر آب باخت

دگر پنج فرزند این پانڈوان
که از دروپدی هست پیدا و شان
مهارتهی هستند در کارزار
شود هر یکی رو کشش ده هزار
کسانیکه یاران کار من اند
بزور و توانا و هشیار من اند
شاید بهیکهم عدیم المثال
دگر کرپ استاد کار قتال
قوی بازوی من ز فرزند نیست
دگر کرن همتا مانند نیست
دگر سوم دت هست و هم بکرن
دگر پهلوانان و خویشان من
که اینها مرا عاشق من مرده اند
پئی من بلا را وطن کرده اند

ئے پنچ پانڈوان – بهیکهم پتامه – کرپ – سوم دت – وکرن

دگر شاه کاشی و هرات نیز
همان پنج پوران صاحب تمیز
گرفتند این جمله چون مهره ها
شجاعت نمودا ستند در وغا
دلیران در یود هن خشم کین
ستادند صف بسته از بهر کین
کمان را گرفت ارجن راست کیش
که در عرصه کین بود کار بیش
نظر کرد بر لشکر کوروان
سخن گفت با کشن کای راز دان
رته من میان دو لشکر ببر
ببینم کرا هست دعوی بسر
کرا می مهیای جنگ من است
کرا می نشان خدنگ من است

بلبل گلشن باغ چمن چون رسید
تو گوئی که صور قیامت دمید
دگر ولوله نعره انجمن گرفت
که لرزه به اندام دشمن گرفت
بر آوازه چون تیغ بیدر یک کرد
جهان چون شب زنگ تاریک کرد
به شمشیر بگرفت سر خویش داشت
صدایش دل دشمنان ریش داشت
شکل همه گوش را می نواخت
دل شیر مردان از وی گداخت
چو آن تیپ سر لو آغاز کرد
یلان از سر جوش پرواز کرد
از دو جانب خندی در شتاب روشن
دگر ساتیک و انجمن صف شکن

[illegible]

که گرم و نما شد بخویشان خویش
که اعضاے خود را نمودست ریش

درین کار تیمار کارم بسے
در اندوه و غم دل فگارم بسے

بهم خشک و هم تر همه خاستست
ازین غم دل و جان من کاستست

ز دستم قریب است افتد کمان
که در من نماندست تاب و توان

گرفتم بخویشان ظفر یافتم
ازین کشت و خون مال و زر یافتم

چه لذت که از قوم یک کس نماند
ازین کار دستم بباید فشاند

اگر قوم شد کشته از دست من
به نفرین کشایند لب مرد و زن

که بر روے من میکشد خویش را
که میخواهد از من دلِ ریش را
کرا تاب قتل و قتالِ من است
کرا در سر خود خیالِ من است
رخش کش آورده در رزمگاه
بگفت این که اے شاهِ انجم سپاه
شمارم بتو نامِ جنگ آوران
بزور آوران سرهٔ تنگ آوران
یکے جیکم ست و دروتا دگر
که دعویست این هر دو کس را بسر
نظر کرد بر گفتهٔ کُشن و گفت
که اے واقفِ رازهائے نهفت
همه خویش و قوم و تبارِ من اند
مگر دشمنِ کارزارِ من اند

ولے پاسِ ناموسِ سیّد رہ است

کہ چشم ز خونریزشان کوتہ است

نماند ز مردان چو نام و نشان

بگردند آوارہ همسر شوزنان

شود بہر لشکر از آنہا پسر

نیابی ز نام شجاعت اثر

چو اولاد پیدا شود از حرام

بہ پیران رسد کے ثواب طعام

بدوزخ رسد جاے زین سبب

کشد جملگی رنج و درد و تعب

نہ بینم ہمی خویشان کہ در جنگ

چنین قافیہ آمد است تنگ

چنین داد ما را رسست گفتہ اگر

نگوئی پئے جنگ گردن اگر

وگر کشته گردم من از دست شان
چه حاصل که جانم رود رایگان
ز تخت و ز تاج و ز ملک ای حبیب
چه چیز و کز آنجاست رفتن قریب
اگرچه پدر با ما بدی کرده اند
بکرده ز جهل دشمنی کرده اند
نگر جنگ کردن نشاید مرا
بغیر از تغافل نشاید مرا
یقین است در بود من و کوروال
جفا پیشگانند در این جهان
نه از پیر ترسند و نے از پدر
بخلق اند اینها عجب فتنه گر
سزاوار قتل اند و خونریزی اند
پس از قتل پر پاپ آتشی اند

ادھیائے دوم سانکھ یوگ

دلش خون ز اندیشہ چوں کشتن دید
بگفتش کہ اے نخل باغ امید
نہ زیبد چنیں گفتگو کردنت
بدشمن فرو رست تو گردنت
نکو نیست شہرۂ نام است
ز آوازہ ات عالمے درہم است
تو آں گفتگو کردۂ اختیار
کہ نبود سزاوار مردان کار
مدہ ہمت از دست زنہار
کہ بد دل بود درمیاں رزمگاہ

۱۴

چنیں گفت و آں پہلوانِ است کیش
کماں را بیفگند از دست خویش

بدیں ہم ندانم کہ یابد ظفر
گر اے شاہ ما پاک آید ز بر
گر ان تخت فرماندہی مے دہند
گر ان تخت بر خاک میدان نہند
ز دستم نمی آید این گونہ جنگ
ازیں پیش بر من مکن کار تنگ
دل از غم بدرد آمد و کاست جاں
ز اعضائے من رفت تاب و تواں
کنوں چارۂ کار من خوشتر است
بہ صلح دگر گوں سخن خوشتر است
سخن گفتش سرکردہ خندہ دہاں
کہ اے غافل از سر کار جہاں
چہ بیہودہ غم میخوری دمبدم
کہ سودے نبخشد این رنج و غم

ندانی که حشرات جنبش بود
کند بد دلی خوار و عزت برد
بمیدان کین چون دلیران درآ
چو خورشید با تیغ عریان درآ
بگفتا که مختار من جنگ نیست
که خصمے اخوان بجز ننگ نیست
ازین پادشاهی گدائی خوش است
بتکلیف من گر نیائی خوش است
اگر تیغ من قتل ایشان کند
چه حاصل که خاطر پریشان کند
ازین فتح خوشتر هزیمت بود
کناره گرفتن غنیمت بود
بخون لقمه آلوده بردن بکام
بود سخت مکروه و از بس حرام

بسے بادشاہان لشکر کشان
بخاک اوفتادند از دست شان
زمانہ بیک وضع بودے اگر
نہ یافت فرزند جائے پدر
غم این عزیزان چرا مے خوری
چرا پردۂ راز را مے دری
تن ہر کسے ہمچو جامہ بود
شود پارہ ہر گاہ کہنہ بود
بپوشندۂ جامہ جانست نام
خیال فنا گشتنش ہست خام
چہ یارائے تو تا کسے را کشی
بمیدان بنہ پا بصد دلخوشی
ہر آنکس کہ آگاہ این راز ہست
بہر ہوشمندان سرافراز ہست

غم او بخور محنت او بکش
که بی او بحرمان رود جان خوش
غم آن مخور کو نباید بیار
بیا بر سخن های من گوشدار
من و تو دگر هرچه موجود هست
همیشه گرفتار این بود و هست
بهر زمانیم در این جهان
بتغییر و تبدیل نام و نشان
تغیر بجسم ست و جان فارغ است
حوادث بر این تن ست آن فارغ است
بگرمی و سردی تن آشنا ست
نه جانست کو فارغ ز چون و چرا ست
بوقت معین اجل میرسد
بهر نیک و بد بی تعلل رسد

مقید نباشد چو او مطلق است
منزه مبرا چو ذات حق است
جهان است عکس وهم موجود جان
بود پرتو ذات معبود جان
عرض راست تغییر جوہر بجاست
یقیں داں کہ آں مہرا نور بجاست
نہ ادنیٰ نہ اعلیٰ نہ او راست وسط
نہ زادہ نہ زاید بود یک نمط
نہ طفل و نہ برنا نہ پیر است او
سمیع و بصیر و خبیر است او
نہ سوزد بہ آتش نہ آتش برد
نہ مستی نہ غفلت نہ خوابش برد
نہ آید بہ ادراک کس راز او
جہاں جملہ احیائے یک ناز او

بود شادی و غم یکے پیش او
همیشه فراغت بود کیش او
ترا دوست میداشتم بسکه من
که گفتم ز اسرار معنی سخن
قناعت بر گل بود بر سبو
پراگندگی را به ترتیب جو
شناسند مردان اسرار بین
که دایم بود ذات جان آفرین
دگر هرچه باشد عدم میشود
نه هر وقت پل و صنم میشود
چنان است منشور جان در بدن
که شمع فروزنده در پیرهن
ولے در نمی یابدش هر کسے
نشد معنیش منکشف بر کسے

بیندیش هرگز ز مرگ و عذاب
ز میدان مردان رخ خود متاب
یکی می‌شناسد جهان را عجب
یکی از شناسائیش در تعب
یکی را بحیرت دو دیده واست
یکی وهم داند که گویا کجاست
بکاری که مامور هستی بکن
بجنگ آوری چیره دستی بکن
توئی چهتری بد دلی عار تست
دلیری بمیدان سزاوار تست
شهادت که بود ازان برتری
نصیب کسی نیست جز چهتری
خوش است ار ببندی کمر بهر جنگ
کنی عرصه کار بر خصم تنگ

بچشمِ حقیقت توان دیدنش
بدل اندروں ہمچو جاں دیدنش
اگر اعتقادِ تو ازجن چنین است
کہ جاں نیز مخلوقِ جاں آفرین است
بر ہمہ غم و غصہ ات کے رواست
کہ مخلوق را پیش راہ فناست
اگر جاں فنا میشود اے عزیز
بجا بودے از کشت و خوں گریز
چو جاں را فنا نیست ایں فکر چیست
ہمہ زندہ ہستند پس مردہ کیست
ز ملکِ عدم ما ہمہ آمدیم
دمے چند از زندگی زدیم
باخر بسوئے عدم مے رویم
بکامِ اجل یک قلم مے رویم

بود یوگ مقبول اهل نظر
کمش فائده میدهد بیشتر
بر آید بتحریرات و جوگ کام دل
ولیکن نمی بخشد آرام دل
بجوگ نیست جز آتش افروختن
تنے چند جاندار را سوختن
طمع میکند کار عالم خراب
طمع میرساند بنا را به آب
رجوگن[۱] ستوگن تموگن سه گن
همه خلق زانها بود بے سخن
ازین هر سه گن جوگ سازد جدا
کند جوگ واصل بذات خدا
عمل کن بگفتار من شاد شو
ز تشویش آمد شد آزاد شو

۱ـ رجوگن ـ نفس لوامه ـ ستوگن ـ نفس مطمئنه ـ تموگن ـ نفس اماره

ز بس خم زدن عار خود را مخواه
مشو پست پیش اهل جهان و دستگاه
اگر گشته گردی بخدمت جائی
وگر مستجابی شوی پادشاهی

بمیدان مردان قوی دار دل
مگردان ز رخ خود که گردی خجل
چو زندگی چون حباب است بسر
جهان نیک نامی خود در نظر

مجابی بسا که هست این گفتگو
که از دوستی باز گشتم بتو
کنون حرف از بوک سر بگنم
ز اشتغال آنست خیر بکنم

طریق است مشکل اگر سیر روی
از این بند هستی رها بشوی

ربا پیشگانِ سراپا دغل
نمایند در کارِ مردم خلل
درآرند در دامِ تزویر خویش
بہر رنگ سازند تسخیر خویش
بود بحرِ عرفانِ حق بیکراں
حبابیست در موجِ خیزش جہاں
نماند چو با نیک و بد کار تو
بود ترک و تجرید اطوارِ تو
بکن ورزش جوگ در روز و شب
کہ ظاہر شود جلوۂ نورِ رب
چنیں گفت ارجن کہ اے ازواں
بگو جوگ را تا نماید عیاں
بگفتا کہ کارش نباشد بکس
نہ افتد بشہدِ ہوس چوں مگس

ستودگی بود خوئے اہل کمال
کہ پابند زبان دولت بے زوال
بہ نزد کسے کو تمنا کش است
تم ورنج بقدر ضرورت خوش است
ز اعمال ہرگز نتائج مخواہ
بکن محو خود را بذات الٰہ
گر از نخل کردار خواہی ثمر
شوی خوار در چشم اہل نظر
اگر جوگ را میکنی اختیار
نماند بدنیائے دوں ہیچ کار
بغفلت سرشتان دُنیا طلب
بہ بیہودہ گویان دُور از ادب
کجا ہست معلوم اسرار جوگ
نہ آید ازیں مردماں کار جوگ

ز حرص و ہوا کار گردد خراب
براند طمع آدمی را بآب

دل خود ہر آنکس کہ آرد بدست
بگنج توکل تواند نشست

غذا کم کند خواب بگذارد او
دل خود بسوئے کسے دارد او

گرفتار ہستہاست کورے بچاہ
ازاں غافل از آخر کار آہ

بود حال غافل سرشت بجاں
نگشت از کشتیش ریسماں

دل آنگاہ آرام دارد مدام
نداند کہ چوں میرود صبح و شام

تو بیداری مردمان جہاں
تصور مکن ہمچو خواب گراں

رسد آنچه بر وی کند صبر او
کند بر سنگِ نقشِ خود جبر او
ندارد بلذّاتِ دُنیا خیال
نشیند به نزدیکِ اهلِ کمال
بود پاسِ انفاس منظورِ او
بود نامِ حق ذکر و مذکورِ او
نیاید بجُز رحم ازو هیچ کار
بود خوی او خوی آمرزگار
بظاهر نباشد دلش آشنا
بباطن بود محوِ ذاتِ خدا
نیاید برو دستِ قدرت گمان
بود کار او جمله شکر و سپاس
بود آشنا تا بلذّت زبان
نیاید مذاق ریاضت زیان

تمنا کند مرد را سینه ریش
تمنا دل از حق کشد سوے خویش
شود عقل زائل ز حرص و ہوا
برد از دلِ سینه صافاں صفا
نشد ہر که صاحبدل او غافل است
گرفتارِ آمد شدِ منزل است
بود ہمچو کشتی دلِ غافلاں
که بادِ ہوا ہست او را کشاں
دلِ عارفاں ہمچو دریا بود
که صد جوے در وے فرو میرود
ہر آنکس ز دامِ تمنا پرید
دلِ خویشتن از ہمه سو کشید
بروں آر حرص و ہوا را ز دل
که روزِ جزا تا نگردی خجل

شناوند اینها بدریائے شور
نہ در پاست طاقت نہ در دست زور
بزورِ ہوا ہر طرف میروند
بجذر و مدِ[ـه] او تلف مے شوند
ہر آنکس کند توبہ از آرزو
بہ پیشِ من آنست مردِ نکو
بیادِ خدا یک نفس ہم خوش است
کہ یکدم بہِ او از دو عالم خوش است
بسانِ کشف گر کشد دست و پا
کہ آنجا بود دست آں مرد را
چو حق را کنی یاد باطل رود
خیالاتِ بیہودہ از دل رود
تمنّا بود مانعِ ہر کمال
تمنّا بود باعثِ ہر زوال

ـه مد و جزر

بگفتا دو فرقہ است دریں جہاں
یکے اہل دنیا یکے عارفاں
غرض آشنایند اہل دول
ندارند کارے بغیر از دغل
دگر را خیالِ کسے دوسراست
کہ اوراکشش از جہم ما برتراست
بگردد زبانش بجز نام او
نباشد بجز یاد او کام او
نکوکار را ناتوانی مکن
بہ نیکو روش زندگانی بکن
ز اعمال صورت گرفتہ جہاں
ز اعمال آمد جحیم و جناں
عمل مے رساند بحدِ کمال
عمل مے رہاند ز بند و بال

ادھیائے سوم بکرم جوگ

باو گفت ارجن اگر ہمچنیں است
چرا خاطر تو طلبگار کیں است
تقیّد چرا مے نمائی بہ من
کہ بر لشکر کوروان حملہ زن
میفگن مرا در بلا اے عزیز
خدا را بہ ترس از خدا اے عزیز
مگو از غرض حرف با من مگو
بسا لوس گفتن نباشد نکو
خوش است از طریقت نمائی مرا
کہ بخشد ز تنہا رہائی مرا

برائے خدا کن ہمہ کار ہا
مجو ہیچ پاداش کردار ہا
کہ ہمہ ہاست مخلوق خالق نخست
کہ بنیاد عالم ازو شد درست
چہ کثرت خلق جگ آفرید
ہمہ ہائے کردار بسیار چید
ز جگہائے عمل محکم ست
ز اعمال بنیاد ہر عالم ست
اگر از پے دیوتا جگ کنند
بمنزل گہ شان قدم مے زنند
از انہا بہ بینند امداد کار
بگیرند در باغ جنت قرار
بود حصۂ دیوتا در طعام
کہ بے بخشش ایشانست خوردن حرام

چو کامل شوی ترک آں بایدت
فراغت ز ہر کارے شایدت
عمل کن عمل کن کہ خامی ہنوز
مکن ترک آں تا تمامی ہنوز
تحقیق عمل بعد ازیں ترک کار
اگر مے نمائی شوی رستگار
بظاہر مکن ضبطِ حس از ریا
بباطن بکن صرف ہمت بپا
عمل ہر کہ بہر خدا مے کند
بمنزل گہِ قدس جا مے کند
ہرآں کس پئے نفس خود کار کرد
دلِ خویشتن را گرفتار کرد
رسیدن بکام ولے مشکل است
کزیں راہگذر دور آں منزل است

بہر جا رود شاد کام ست او
کہ محو کسے صبح شام ست او
ہزاراں کس کہ بے آرزو کار کرد
سر و دوش خود را سبکسار کرد
جنک راجہ و نیز امثال شاں
ہمہ بے غرض کردہ کار جہاں
بباغ جناں شادماں رفتہ اند
ازیں خار زار جہاں رفتہ اند
بنفع خلائق رضائے خدا ست
رضائے خدا کار اہل صفا ست
طریق بزرگاں بکن اختیار
بہر رنگ کن حق پرستی شعار
کند ہر چہ سردار مردم کنند
دگر نہ رہ راستی گم کنند

پئے نفس خود ہر کہ نان می پزد
بر و لعنت متصل می سزد
زغلہ بود زندگانی جہان
شود غلہ از فیض باران عیان
بتاثیر جنگ ابر و باران شود
کہ سرسبز زو کشت دہقان شود
کلام الٰہی ست پند و پیران
بود قائل جنگ خبردار آن
بائل تعلق بود جنگ ضرور
تغافل درین است از عقل دور
بمطلوب تنہا حیات ست مرگ
رود عمر او در پئے ساز و برگ
ہر آنکس کہ شد عاشق کردگار
ندارد بہر دو جہان ہیچ کار

شہ پیا و پیران سکہ لید

تکبر مکن خوشنما بندگیست
کمال عزیزان سر افگندگیست

بداند حقیقت شناسای راز
که هر کار را می کند کارساز

ز پیکرت موجود شد کائنات
که قدرت بود نام او در صفات

ازو هر سه کن شود آشکار
که موقوف آنها بود جمله کار

خدا نیست باقی جهان فانی است
زمین و زمان این و آن فانی است

نباشد ترا طاقت هیچ کار
همه کارها را بمن وا گذار

نباشد چو پیر گرفتن یاد که هیچ
سر خود ز میدان مردان مپیچ

کنون آرزوئے بخاطر نماند
دلم دامن از ہرچہ گوئے فشاند
من از ہمہ عالم جدا گشتہ ام
تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام
ہمہ کارِ من از برائے خدا ست
رضائے دلِ من رضائے خدا ست
بد و نیک پیشم برابر بود
کہ ہر کار از حکم داور بود
ز حق بیخبر غافل از خویشتن
شناسد کہ ہر کار آمد ز من
گرفتار جہل ست و خبطش خطا ست
بر احوال او جھٹ خوردن رواست
ز زشتیِ اعمال دل را مَتَرس
ز کف دامنِ پاک نیکی مدہ

به آیین خود هر که کارے نمود
بپرورش دید رحمت حق کشود

چنین گفت ارجن که هر ذی حیات
بود آرزومند نیکو صفات

چرا کار بد مے کند اختیار
که در عاقبت مے شود شرمسار

محرک درین امر باشد کدام
مفصل بگو اے ترا من غلام

بگفتا که حرص ست اصل گناه
غضب مے کند کار عالم تباه

قوی دشمن آدمی هستند آز
کزاں مے شود خوے او فتنه ساز

چو آئینه در زنگ و آتش بدود
چو طفل مشیمه[1] بود بے نمود

[1] مشیمه بچہ دان کے رحم کے اندر۔ آنول میں لپٹا ہوا ہو

بگفتار من گر نمائی عمل
نیابد بکارت تو هرگز خلل
کسانیکه دورند زین اعتقاد
نباشند زنهار اهل سداد
اگر تابع طبع خود آدم است
همیشه گرفتار دام غم است
ز اعمال هرگز ندارد گزیر
چه عارف چه جاهل چه برنا چه پیر
شود خوی چون کار کردن گذار
نکرد از کسب خویشتن اختیار
مکن خصمی و دوستی با کسی
دگر گشتی رنج و محنت بسی
همین خود از جهان ره خوشنماست
براه دگر راه رفتن خطاست

ادھیائے چہارم کرم سنیاس جوگ

بروز نخستین زجوگ اے پسر
بگفتم بخورشید روشن گہر

بہ ارشاد منو خبردار شد
بتعلیم اچھواک درکار شد

وزو شد روا جنش درون جہاں
کہ مصروف اویند صاحبدلاں

بہ اخلاص تکلیف کردم ترا
وزیں جہد باید بہ ہمدم ترا

بگفتا کہ خدمت گزارِ توام
وسے سخت حیراں زکارِ توام

منو - راجہ اکشوا

یقیں داں تو اے یار نیکو صفت
بجلباب بیدانشی معرفت
بود خانهٔ آرزو ہا خراب
که می افگند در بلائے عذاب
ہوائے ہوس را بروں کن ز دل
ازینہا تو پیوند الفت گسل
بکن سعی در خون ایں دشمناں
که گردد ترا حاصل آرام جاں
تصور مکن از جسم آں سو حواس
وزاں آں طرف تو دل خود شناس
ز دل پیشتر عقل و از عقل جاں
ز جانست آں سو خدائے جہاں
دل خود بہ پرواز از قہر و خشم
که آں کام جاں را بہ بینی بچشم

گسل ۔ توڑنا

بہ بریزیم خون ستم پیشہ گاں
جہاں را نمایم دارالاماں
ہر آں کس کہ مارا چو ما یافتست
ز آمد شدن روے بر تافتست
من آنم کہ باشد کرم پیشہ ام
نباشد بجز لطف اندیشہ ام
اگر دیگرے را پرستندہ ام
بہ بخشم بر آنہا ز روے کرم
مرا چار برن[1] است و چار آشرم[2]
بگرداں نگردد کسے از درم
دگر گن با عمل و ز عمل برنہاست
مرا از ہمہ برن شاخے جداست
من ام فارغ از کار و کردار ہا
اگر چند من کردہ از کارہا

[1] برن چار ہیں - برہمن - چھتری - ویش - شودر - [2] آشرم چار ہیں - برہمچرج - گرہست - ویراگ و بانپرست

که تو جلوه گر این زمان گشته
فروغ رخ این جهان گشته

چسان داشت همت رهبر آفتاب
ز تعلیم تو گشت چون فیضیاب

بگفت که خامی هنوز اے عزیز
چو واقف راه عقل و تمیز

ز آمد رشد خویش تو آگهم
بجائے خود ایم ہمان در رہم

بقدرت نوائی ہویدا شوم
نمیرم گہے تہ پیدا شوم

چو بنیاد دیریں شکست گردد بسے
نمایم خود را بشکل کسے

که حفظ ریاضت گزیناں کنم
مراعات عزلت نشیناں کنم

ز نا کردن آن کس که واجب بودست
ندامت کشیدن طریق نکوست
ز ناکردنیها کند احتراز
که باید بصاحبدلان امتیاز
کسی کو نتیجه نخواهد ز کار
همان است مقبول پروردگار
جزای عمل خواستن خوب نیست
بامید دل کاستن خوب نیست
چو من کن عمل تا شوی رستگار
تمنا و حرص و هوا درگذار
اگر آتش معرفت برفروخت
بیک لحظه هر جنس کردار سوخت
دگر [illegible] آن مرد بالا رود
خودش با خدا هست هر جا رود

مرا هرکه داند چنین رسته است
ز قید هوا و هوس جسته است

ازین پیش هم عاشقان نجات
نکردند ترک عمل تا حیات

ترا هم نجات است گر آرزو
نمی باید از کار خود تافت رو

بسا مردمانیکه گمره شده اند
ز نیک و بد کار آگه شده اند

تمیز اندرین کار مشکل بود
تواند اگر صاحب دل بود

بگوشت اگر حرف من جا گرفت
بفردوس جان تو ماوا گرفت

اکرم است و کرم است و دیگر کرم
کند کرم و ناکرده داند ز شرم

گروهی به جوگ دارند کار
که گردند با هفت صد دل دوچار
گروهی بروزه بسر می برند
گروهی غذای یکی می خورند
هر آنکس که غافل ازین کارهاست
به اوقات او جیفه خوردن رواست
توان یافت از جوگ عرفان حق
که چیست ترسانده ز طبق
بجز آشنا شو تحمل بکن
به بیکار کردن تامل مکن
بچیز بیشتر قناعت نما
بشهوت بلذت مشو آشنا
با قبال یاران حسد هم مبر
برون کن خیال بدی را ز سر

اگر دل بیارست و دستت بکار
ازین پنج اندیشه در دل میار

هر آنکس که خوست در راه حق
پئے زیستش بست او نسق

وگر دل بکار است بے یاد او
رود ظلم بر تو زبے داد او

کند ترک لذت که نعمت چشد
بخلد برین رخت راحت کشد

پئے دیو تا جنگ کند آن کسے
که دارد تمنائے دولت بسے

بسا مردمان آتش افروختند
ز هر جنس اشیا دران سوختند

گروهے نشستند در آفتاب
گروهے بماندند در پیچ و تاب

بود ہر کہ عارف خدیو جہانست
برایش بنائے زمین و زمانست

خدا نیست عارف ولے از خدا
جدا نیست نزدیک اہل صفا

جہالت کند کار عالم خراب
جہالت کند مستحق عذاب

بخشد یقین آدمی را کمال
یقین را ثمر دولت بے زوال

چو کامل شود مرد در علم جوگ
شود فارغ از رنج و اندوہ و سوگ

بزن دشمن خویشتن را بہ تیغ
نباید دریں کار کردن دریغ

بہ تن پنج باد است سائر مدام
نشاں مید ہم من از انہا مقام

ـہ بادشاہ

شود هرچه وارد بدان را خدا
که جان از خدا و جهان از خدا
من و آتش و هوم و اشیا را و
بهم است جز بر جسم دیگر گو
که ضبط جسمها شده زجنگ
بلذت که بهره برده زجنگ
تو هم جنگ راه کنی اختیار
شوی ناب لطف پروردگار
بعرفان حق خویش را خو ساز
بسوزش دلی شود بهر سوز
چو عارف شوی سر رود فکر غم
بغفلت مکن بر دل خود ستم
شود آتش شوق چون تیز تر
بسوزد هوا و هوس سر بسر

دل از بند هر چیز برداشتن
وزان راحت خویش برداشتن

بنزدیک من از دو عالم خوش است
اگر معرفت نیست این هم خوش است
بجز معرفت یافتن مشکل است
مکانے کہ بالا ز همه منزل است

ارادت دهد هر کسے را مراد
نیابی مرادے بجز اعتقاد
خیالات واهی ز دل دور کن
دل خویش را منزل نور کن

سمان[۱] ست در ناف در دل پران[۲]
اداں[۳] در گلو و بمقعد اپان[۴]
بیان ست اندر تمام بدن
بایں پنج باشد نظام بدن
فرو رفتن دم بزور اپان ست
بر آوردن آں بہ سعی پران ست
ازیں شغل نبود خبر ہیچ کس
مگر شش بود شغل حبس نفس
ز شغلہاے دیگر ہمیں یک جگ است
کند یاد حق سارے[۵] ہر رگ است
کسانیکہ غافل سرشتند شاں
بعید از مقام بہشت اند شاں
اگر بہرہ داری تو از ہوش و عقل
بسر بر شب و روز با اہل فضل

---

۱ سمان اس ہوا کو کہتے ہیں جو تمام جسم میں ہر جگہ غذا / خوراک کا جوہر یکساں طور پر پہنچاتی ہے۔
۲ پران - باہر نکلنے والی ہوا ۳ اداں [illegible] جو [illegible] ہے۔
۴ [illegible] ۵ سارے [illegible]

سزاوار ترکِ عمل آں بود
کہ عالم برش جملہ یکساں بود
بود دوست دشمن برابر برش
نباشد خیالِ دوئی در سرش
بود ہر کہ نادان غفلت شعار
جُدا بشمرد کار از ترکِ کار
بداند یکے ہر کہ دانا بود
کہ فہمید را زش بہ بالا بود
غرض بےغرض کارکُن ناجی است
کہ از خود بہ ہر کار مستغنی است
کمالات جوگی شود چوں تمام
بود جوگ و سنیاس را یک مقام
ہر آنکس کہ آں ہر دو را یک بدید
ز آلام و اوہام دل را رہید

ادھیائے پنجم پرکرت جوگ

بگفتا ز ترک عمل و ز عمل
کدامی بود خوشتر و بے زللؔ
بخوبی ز تخم دست خود تا بکار
ولم را ز تشکیک بیروں برآر
بگفتش کہ کردن نکردن خوش ست
ولے دست در کار بردن خوش ست
ہر آنکس کہ بے مدعا کار کرد
ز آزادگان ست آں نیک مرد
ز ترک عمل کار ہر کس بود
ز فضل خدا یار ہر کس بود

لہ زلت

اگر چند محسوس کس نیست جان
ولے ہست از وے لبا لب جہان
بود جوگیا نرا ہمیشہ فراغ
نسوزند بہ کار دنیا دماغ
عملہائے شان بہر عرفان بود
از ایشان بود ہر کہ انسان بود
گرفتار خواہش بدام بلاست
گہے بادشاہ ست و گاہے گداست
بود ہر کہ غالب بجہائے خویش
نگردد دل او ز اندوہ ریش
بود بود باشش چو نیلوفران
کہ باشد در آب و نباشد تران
تو ہم آنچنان کن کہ من میکنم
میان خطر گہ وطن میکنم

بجز جوگ سنیاس مشکل بود
چو فیلے کہ او پائے در گل بود
رسد زود تر در مقام نجات
بھر دو صفت میشود محو ذات
نورزد بجز عشق ذات خدا
ببیند تجلیش در ہر کجا
برائے عمل ہر چنیں کس کجاست
کہ جان و دلش محو ذات خداست
شنیدن بگوش ست دیدن بچشم
بدارد تعلق بدل مہر و خشم
مساش ست از دست رفتن زپا
بود از زبان لذت ہر غذا
زبینی ست بو و قیاس از دماغ
دریں جملہ جان ست مثل چراغ

لہ مس کرنا یا چھونا

ز پیدائشی آئینہ زنگ بستہ
ہم از سنگ غفلت رسیدش شکست
بود صاف آئینۂ عارفاں
کہ در وے بود مہر نورش عیاں
برابر پریشاں بود مور و فیل
کہ یکسانست اینجا عزیز و ذلیل
بشاہ و گدا لطف یکساں کند
مراعات ہر دل پریشاں کند
نخواہند از بہر خود ہیچ چیز
کہ مطلوب ایشاں نشد ہیچ چیز
بلذت ندارد دل آشنا
بیابند ذوق بیاد خدا
بشکر و شکایت ندارند کار
ہمیشہ بمانند بر یک قرار

۱؎ جہالت

تن آدمی دان جهان صغیر
بود نقشهٔ آن جهان کبیر
ورش نه بود بشنو ای اهل هوش
دو سوراخ بینی دو چشم و دو گوش
دهان و مکانهای بول و براز
بود جان درون پرتو کارساز
سه گونه بود مردم این جهان
یکی آنکه بندد به دشمن میان
دگر آنکه جرأت نباید ازو
سوم مژده خواه و نکوهیده تو
یکی میکند کار و داند ز خویش
مدام است از فهم خود سینه ریش
یکی می شناسد خدا میکند
به پیش من ایهم خطا میکند

بیادِ خدا محو باشند شاں
نخواہند ہرگز ریاضِ جناں
گروہے کہ مغلوب حرص و ہواست
گرفتار در دامِ گاہِ بلاست
ز شادی نہ شاداں نہ از غم غمی
ہماں است در پیشِ من آدمی
ہر آنکس کہ مُرد است پیش از ممات
نصیبش شدہ جاودانی حیات
خیالاتِ باطل ز سر وا کند
کنارہ ز لذاتِ دنیا کند
میانِ دو ابرو نظر دوختہ
کند حبسِ دم با دلِ سوختہ
چراغان و آباں را برابر کشد
سبوئے مے عشق بر سر کشد

ز لذات جسمها نفور اند شان
خداوند عقل و شعور اند شان
سرانجام آرام اینجا غم است
جهان جملگی خانهٔ ماتم است
هر آنکس که از حرص و خشم است دور
توان گفت او را سراپا سرور
بدل میکند سیر محسوس ها
بداند که در اوست ارض و سما
پراگنده خاطر نگردد چنان
که در عقل و هوشش در آید زیان
شود حاکم مهر و ماه و فلک
بود غالب جن و انس و ملک
رکهان عبادت گزین گوشه گیر
نگردند در دام دنیا اسیر

ـــه رکهی منی

ادھیائے ششم و ہفتم

نخواہد اگر کس جزائے عمل
کند صرف ہمت برائے عمل
نہ افگند نگاہش بہ سُود و زیاں
بود سرب ناسی[۵۹] و جوگی ہماں
تفاوت بجوگ و بسنیاس نیست
کہ در ہر دو جز پاس انفاس نیست
اگر از دروں مہر دنیا نرفت
عبث از ریاضت دل خویش تفت
رسد بے عمل کے بمعراج جوگ
عمل می نہد بر سرش تاج جوگ

۵۹ سرب ناسی یعنی سربھ ناشی۔ وہ جوگی جو ترک منزل پر پہنچا ہوا منزل سکون حاصل کر لیتا ہے۔ ۵۹۔
حقیقت میں سنیاس کو پالیتا ہے اور یہی سب سے بڑا درجہ ہے۔

بدست آرد عقل و دل و ہم ہواس
ہمانست دانائے یزداں شناس
ز خوف و رجا و ز حرص و ہوا
نماید دل خویشتن را جدا
ہر آنکس کہ جنگ میکند در جہاں
پس از مرگ یابد ریاض جناں
چو عارف شود قدر من داند او
بنامے کہ داند مرا خواند او

زر و خاک یکساں بود پیش او
نباشد بجز راستی کیش او
بخویش و تبار و باغیار و یار
ندارد بجز نیکوی ہیچ کار
کنون گوش کن طور اشغال جوگ
کہ گردی خبردار ز اعمال جوگ
ہموار جا فرش کن ایں سہ چیز
کہ[1] و چرم[2] آہو و کرپاس[3] نیز
حواس از پئے یاد او جمع کن
دل خویش زیشان تر از شمع کن
زبان و دل و دست یکجا بکن
بسوئے کسے دست را وا مکن
نگاہے[4] بہ بینی خود کردہ باش
تماشائی حسن در پردہ باش

[1] کہ یعنی گھاس۔ [2] چرم آہو۔ مرگ چھالا [3] کرپاس ٹاٹ یا بوریا
[4] نگاہ ہے۔ بینی ناک کے درمیان کا تا ملا دہ ہے مصرعہ نیم اسی سے اخذ کیا گیا

هر آنکس که مغلوب جهلا شود
بهر دو جهان سخت رسوا شود

چو کامل شود جوگی اے خوش سیر
نیاید بجز نور حق در نظر

دلش چوں بیاں دلربا بسته شد
در چشم بهر ماسوا بسته شد

دل است اینکه یار است و دشمن همانست
همان خضر راه است و رهزن همانست

اگر دل بدست است و یار است پشت
وگرنه ستمگار عالم کشست

بود اهل دل فارغ از کیف و کم[2]
ز شادی نبالد نکاهد[1] ز غم

بود باطنش گنج علم و کمال
بداند جهان را چو خواب و خیال

[1] بڑھے نہ گھٹے
[2] کیف و کم۔ کسی بات سے کیفیت یا اندازہ حاصل کر لینا تے معنی از حقیقت [illegible]

ز لذاتِ حسی اگر رستہ شد
چو برق جہاں از جہاں رستہ شد
ز محنت کشی نیست رنجے بہ او
کہ ایزد عطا کرد گنجے بہ او
چو زنبور کو شہد یکجا کند
چو پُر شد دل خود ازاں بر کند
اگر دست خود را کشد از عمل
نباید بوضع کمالش خلل
چو دل شد جدا از ہوا و ہوس
بداند کہ اللہ باقی و بس
دل بیقرارش چو گیرد قرار
برون آید از گردش روزگار
ببیند بخود جلوۂ عین نور
بود مدت العمر او را سرور

ـــہ یعنی یکبارہا

بصد ناز بنگر بجان و تنم
تماشائے من کن ہمیں یکدمم

بہ بسیار خوردن و بسیار خواب
بود جوگ کردن بغایت عذاب

بخواب و خورش بایدت اعتدال
وگرنہ قریب است نقص کمال

چراغے کہ محفوظ ماند ز باد
نمیرد ترا حرف من یاد باد

ہمیں طور جوگی بعمر دراز
بماند شود گر بدل چارہ ساز

بود باد انفاس جاں ہمچوں چراغ
نگہدار آں باد را در دماغ

برہمہ چیرج[۱] باشد دل آرد بدست
نباید ازو بر دل کس شکست

۱؎ برہم چیہ

بود محو ذاتش محیط جهان
درو جلوه دارند کون و مکان
بگفتا که گفتی ز روے کرم
ز اعمال جوگ و هم از حبس دم
ولیکن دلم اے خبردار کار
بیک حال هرگز نگیرد قرار
چو مغلوب من نیست دل عاجزم
چو فیلے که افتد[له] بگل عاجزم
پریشانی دل سراسیمه کرد
مرا سینه چون تخته قیمه کرد
بود دل چو بادے که نابد جهت
در اندیشه اوقات من شد تلف
بگفتا که دل همچو سیماب هست
جنبش از غم و غصه بیتاب هست

له ۔ وہ ہاتھی جو دلدل میں پھنسا ہوا ہو

شود لذّت وصل من حاصلش
نباید خیال دگر در دلش
چو خیزد ز آئینهٔ دل غبار
ببینند دران پرتو روئے یار
دگر فارغ از رنج و درد ست او
فراغت ز کونین کردست او
همه را به بیند چو از روئے دوست
بداند که عالم تجلّی اوست
به بیند جهان را که در من نهان است
درون جهان جلوهٔ من عیان است
ز گرداب احمال آید برون
به خلوت گه قدس باشد درون
به رنگ و گل و باغ ما را به بین
بیا چشم وا کن خدا را به بین

پس از مرگ انسان کجا می‌رسد
چگونه بقرب خدا می‌رسد
بفرمود کای در خور تربیت
بگویم ترا کان بکار آیدت
بر آتش گر تسلیم و خو رضاست
پس از مرگ پاداش جنت سراست
شود دیوتا چون گذشت انتقام
بعمری که بود خطر او را انتقام
چو فرصت شود منتهی برایں
بتقیم بفرمان جان آفرین
شود پور سلطان با زید بیش
دلش بسته با نیک کردار خویش
بدین سان بود تا بپایان کمال
دگر نیست او را کمال زوال

نہ یکبارگی دل بدست آیدت
کہ خونِ جگر خوردنی بایدت
بو صفتے کہ گفتم نہ راہ و نہ داد
ہوا و ہوس را بگو خیر باد
بود نفس امّارہ خصمِ قوی
لیکن جہد مردانہ شد مدعی
بگفتش کہ اے غمگسارِ جہاں
مرا دہ ازاں مردِ کامل نشاں
کہ دل را بفرمانِ خود ساختست
بنائے ہوس را بر انداختست
وگر آنکہ دارد بجوگ اعتقاد
ولے نیست با نفسِ خویشش جہاد
وگر آنکہ بیتائے خواہش شکست
براہِ خدا پائے خواہش شکست

لہ یعنی اندا۔۔۔

اوصافِ ہفتم گیان جوگ

چو اخلاصمندی تمامُم رسیت
که باید رسیدن بمنزل گہت
نصیبت بود آں کمالات جوگ
که طاری کند بر تو حالات جوگ
ہماں مرد باشد دریں راہگذر
که بندد بتحصیل عرفاں کمر
بنائے جہاں بہر عارف بود
که آگاہیش از معارف بود
بود ذات او باعث کائنات
صفاتش بود ہمچو ایزد[1] صفات

[1] ایزد بمعنی خدا تعالے

بود مرد عارف بہ از زہد کیش
کہ او ہست مغرور بر زہد خویش
بجوگ آشنا کن دل خویشتن
بنہ پائے محکم در اخلاص من
ہر آنکس بمن آشنا مے شود
خداوند ہر دو سرا مے شود

منم با جلال و منم با جمال
منم محض خیر و منم با کمال
منم چار عنصر منم نُہ فلک
منم حاکم جن و انس و ملک
منم ہر سہ گن[1] ہم منم پنج گن[2]
منم آنکہ اول نُدم حرف کن
بظاہر کہ امثال مردم منم
بباطن باشکال مردم منم
یکے پور[3] شبدیو و کس پور نند
بگویند تو پیرائے ایزد ستند
بفرزند کس ہستم و نے پدر
نیم من فرشتہ نیم من بشر
منم آنکہ خود ہم خدا نیستم
چو عارف شوی مے شناسی چیم

[1] سہ گن سے مراد تم گن۔ رج گن اور ستّو گن ہیں۔ [2] پنج گن سے مراد ہوا مٹی۔ آگ۔ پانی اور خلا (آکاش)
[3] بجائے پور یعنی فرزند۔ یعنی کوئی تو واسدیو کا بیٹا کہتا ہے اور کوئی نند کا بیٹا۔

پس چون شد آفریده جهان
یکی چار طاق[1] و دیگر آسمان
دل و دانش و قدرت کامل است
دگر جان که آں شمع این محفل است
جهان است فانی و باقیست جان
همان ست دارای کون و مکان
نهان است کونین در جان من
چو در تخم باشد شجر جان من
فضای مه و مهر و انجم منم
با مواج دریا تلاطم منم
منم حرف[2] اول ز الفاظ بید[3]
زمن هست هر عارفی را امید
منم عقل عارف منم شان شاه
منم عشرت و جهل و خیل سپاه

۱ چار طاق یعنی چار عناصر ہوا۔ مٹی۔ آگ۔ پانی ۲ حرف اول یعنی اونکار احد وغیرہ ۳ بید مراد وید مقدس

کہ روشن گر او بود نورِ حق
بآں انجلائے کہ منظورِ حق

بود جلوۂ ذات در کائنات
ازل است نیرنگہائے صفات

کسے کو شناسائے آں جلوہ است
دلش در تماشائے آں جلوہ است

بغفلت سرشتی پرستند نیست
بہ پیش خرد جملہ ہستند نیست

پرستش بجز حق سزاوار نیست
شود خوں دلے کو بیادِ یار نیست

بہ چار یار اند لیکن یکے
بہ یار جانی بود بیشکے

چہ مے آید از خدمت دیوتا
بزن دست در دامنِ کبریا

لہ جو لوگ نیست کی پوجا کرنیوالے یعنی ماسوی اللہ کی پوجا کرنیوالے ہیں خود بھی نیست ہیں اور انکے معبود بھی نیست ہیں۔

کسانیکه بیدانش و غافل اند
ز دریا چه دانند بر ساحل اند
بود چار کس در جهان نیکنام
نخستین کسے کو بصدق تمام
کشد محنت و روزی آرد بدست
نخواهد دل هیچکس را شکست
دگر آنکه دنیا نخواهد چنان
که عابد نگردد به شخصے زیان
سوم آنکه مشتاق عرفان بود
چهارم کسے کو خداداں[1] بود
نشستم در آئینه مردم بسے
بدیدار من مے رسد کم کسے
به بیند رخ خوب ایں آئینه
فتد پرتوم در چنیں آئینه

[1] خداداں ۔ خدا کے بھید کو سمجھنے والا

گرفتار طبع است هر آدمی
یکی شادمان است دیگر غمی
بهرکیه[1] دارد بهمه دیده را
دش میشود مائل ایمان ما
خدا میفزاید ورا اعتقاد
از آنها در پرستش نماید جهاد
که حق ظهورے چو دریا بخشش
تماشا کند آں میشود حاصلش
هر آنکس که دارد دل خویش صاف
شود مہ بکرد جمال پوچ[2] آفت
بہر آتش زشتی و فجور
تماشا نماچے اندر ظهور
شود مراد صرف اخلاص من
دل او بود خلوت خاص من

[1] بہرکیہ دار دو بیچ اختلاف ور کھے۔ [2] پوچ بات - پاگل ہونا۔

اگر گشت آگاہ از نہ فلک
وگر گشت عالم بہ جن و ملک
چہ حاصل کہ غافل ازاں دلرباست
کہ او جلوہ پرداز در ہر کجاست
ہر آنکس کہ زنجیرے ایں دانست
گرفتار آمد شد ایں جہاست
ز خس تا بدریا ز کہ تا بہ کوہ
ز پشہ تا بہ عنقائے والا شکوہ
ز سطح زمیں تا ببام فلک
چہ وحش و چہ طیر و چہ جن و ملک
ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند
بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند
بدام بلا می کشد حرص و آز
کند خشم و شہوت در رنج باز

۱؎ گرفتار آمد شد ایں جہاں آوا گون کے چکر میں پڑ گیا ۲؎ پر پشہ سے بڑی شان والے عقاب تک

بہر رنگ بیند مرا ہر کسے
بہر سنگ بیند مرا ہر کسے
نزاہم[1] نہ میرم گہے در جہاں
میانِ جہان ام چو در جسم جاں
ز ماضی و مستقبل و حال نیز
خبر دارم اے یارِ صاحب تمیز
گرفتارِ دامِ ہواس است خلق
ز امید زیں رہ بیاسست[2] خلق
زادہ بیائے تم/من نمودم خبر
شب و روز داری مرا در نظر

۱۔ نزاہم نہ میرم ۔ نہ جیتا ہوں اور نہ ہی مرتا ہوں ۲۔ بیاسست بمعنی ناامید

بسے اختلاف عقاید ہے
خدائے قدیم شناسد کسے
کے موجب خلق کس دیوتا
کہ صاحب حکم روز جزا
چہ خود داند او جان جاندار را
نخواہد زخارد خس آزار ہا
دل خود کند جمع بیند مرا
درین بزم چون شمع بیند مرا
حقیقت بجز عقل معلوم نیست
ندارد اگر عقل حیف است زیست
کند ہر کہ یاد دم واپسین
رود بیگمان در بہشت برین
جہان پردہ ہست بر روے جان
نبردارد اورا بجز عارفان

ز کیفیت حجب آگاہ مست
ز نیرنگیٔ جلوہ پابستہ ہست
بفرمود قالب جہاں را شناس
دراں جلوہ پرواز جہاں را شناس
کہ باقیست ہرگز نگردد فنا
بود جلوہ اش جلوۂ کبریا
اچھتر نام باقی بقائی ست چتر[له]
ہماں است اوہ بھوت اے خوش سیر
بود پرتوِ است جاں بیگماں
کہ او بود اوّل ز ہر دو جہاں
منم آدہ جگت شاید ہر حال
منم واقف راز حال و مآل
بمن بستہ طاعت خیر خلق
منم یار خلق و منم غیر خلق

له اچھتر سے مراد اجر ناچھ سے مراد پرستگے اوہ بھوت

ادھیائے ششم سدھ جوگ

گفت کہ اے رہبر گمرہاں
ز ادھیائے خویش کن بیاں
ز ادھ بھوت و از ادھیگ ہم خبر
بین وہ نشانہ کہ داری نظر
وسے والپیشٹ[۱] بد اند چناں
چساں بیدست جاں جانت جہاں
ز اشغال عرفاں ایزد تعال
ز احوال رکھ ہاسئے[۲] فرخندہ حال

۱۔ ادھ یگے والپیشٹ یعنی آخری سانس ۲۔ رکھ ہاسئے یعنی رکھی منی

چو پرسی ز احوال جان جهان
که پیداست هر جا و باشد نهان

قریب است و انند دور است او
بفانوس تن شمع نور است او

نه بیند ز رخ عالم آراست او
بجز عارف غرق دریاست او

کند حبس دم در نگه از خیال
نیارد بجز روی حق در خیال

بباید نگه را ز راه دماغ
که تا هم تابان شود این چراغ

هر آنکس که باشد بیادش مدام
به بیداری و خواب در ذکر نام

به تنها نیاید بیاید نجات
بتاثیر ذکرش بود محو ذات

سلطان جهان

بود خوبی آن ایزد کردگار
سمی به اوصیا ثم[1] ای کامگار
کند هر چه در وقت مردن خیال
همان رنگ گیرد خیالش مثال
بجان و دل و عقل و هوش و حواس
شود محو حق مرد ایزد شناس
بگفتار من گر نمائی عمل
بر آید دل تو ز بند خلل
بمن محو کن خویش را آنچنان
که از هستی تو نماند نشان
فنا هر که گردید پیش از فنا
دگر هست او را همیشه لقا
نه محتاج ماند بارشاد کس
شود پیر هر کس باین نکته رس

[1] اوصیا – ثم .

نماید از روز برہما شمار
کہ آں چہار جگ[1] ہست اندر شمار
بمقدار روز است ہر یک شش
زہیم اجل ہست تاب و تپش
پس پشتہا ماند از کوہ و دشت
پسے میگذارند ساعت بطشت
پیسے می نگارند انجم را
نمانند شان قدر تسلیم را
چو صبح برہما ہست شود
گیتی عالم [illegible] شود
پیدا آید و [illegible] کشید
برون آورش چونکہ روزش رسید
نداند برہما کہ یک بندہ است
بدرگاہ ایزد سر افگندہ است

[1] چار جگ سے مراد ۱- ست جگ ۲- تریتا جگ ۳- دواپر جگ ۴- کل جگ
کے برہما کا ایک دن یک چوکڑی چاروں جگ کے برابر ہے [illegible] شام

خدا بارها کرد بنیاد خلق
که او هست مختار ایجاد خلق
بر آنها که می آفریند جهان
رها نیست ز آزاد شدن بیگمان
مگر واصل حق نیاید به تن
که او می‌شود محو در ذات من
کسانیکه از شهوت و حرص و آز
بدارند خود را بهر سو باز
عداوت ندارند با هیچ کس
نیا[illegible] شهد لذت مگس
از [illegible]شان بود لامکان
که جز کبریا نیست هیچ اندران
بسے می شمارند لیل و نهار
ولیکن ازینها چه آید بکار

[illegible]

کند جمشید ماه سپهر شمال
درین سبب اورا لقب غرّه هلال
جهان روز بروز جوانان همی شود
که با بهشت مقابل همی شود
چو آید برون بخت فیروز آفتاب [illegible]
[illegible]
اگر فرود بر روز روشنان
نیاید دگر بار اندر سال
شب سرگه سر و روز تا بیگاه
نگردد از آتش [illegible]
اگر سبب نیکی شود بین آن
نصیبش بود جاودانی سرور
بهر حال با جوگ شود آشنا
مکرّر ان بشوی محو واضح خطا

له در دیوان چاپی [illegible]

بغیر از خدا نیست باقی کسے
بغیرش نبود و جہان چون کسے
علیم و کریم و رحیم است او
جہان حادث است و قدیم است او
شناسندہ اش را نباشد زوال
دگر ہر کہ باشد بہ بیند وبال
جہان زیست عارف بدریائے عشق
جز او کسے نیست دانائے عشق
بذات آشنایان بمنزل گراند
صفات آشنایان ہمہ در رہ اند
خدا را شناسد چو خود را شناخت
بہر دو جہان کار خود را بساخت
ز احوال عالم خبر می کنم
ترا آگہ اے خوش سیر می کنم

سلہ : من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

ادھیائے نہم راج جوگ

چو پیدا نمت مخلص نیک خو
سخنہائے اسرار گویم بتو
اگر گوش داری چوپا میشوی
خدا میشوی و خدا میشوی
کہ ایں دانش آں سرِ ہر دانش ست
بہ نغز سخن پس اگر دانش است
دگر شاد ماں زندگانی بکن
چو من عشرت جاودانی بکن
ہر آں کس کہ ایں اعتقادش بود
ہمیشہ ز رخ من بیادش بود

مسلسل بود و نبود کائنات
تماشا ست از بہر اہل نجات

چو در گنبد چرخ نیلی هواست
چنان در من این کائنات خداست
منزه ز اعمال دانی مرا
خداوند هر بنده خوانی مرا
بود این و آن بستهٔ قدرتم
طلسم جهان بستهٔ قدرتم
ستم هر چه هستم خدا از من است
فنا از من و هم بقا از من است
چو روزی برها شود منقضی
فنا را جهان می شود مقتضی
صباح[1] شبش خلق عالم کنم
مهیا جهان را بیکدم کنم
بهر صفحه بنگر چها میکشم
بشکل تسل نقشها میکشم

[1] بمعنی سحر

کسانیکه بے معرفت رفته اند
بسوزِ جدائی جگر تفته اند
گرفتار زندان آدم[1] شد اند
زبیدانشی خصم جان خود اند
بدان اے دل دشمنان از تو خون
بدان پیش تو ہیچو صید زبون
کہ من صورت آفرینندہ ام
بمعنے خدایم اگر بندہ ام
ز اقبال و اقبال وارسته ام
دل خود بجان آفرین بسته ام
تفاوت میانِ من و حق مدانند
ازین راه دو عالم خدایم بخواند
جہان در من و من میان جہان
بود رتبه من فزون از بیان

[1] آداگون

بتا زد تنگ[۱] کس نیابد مرا
بجز تنگیان تنگ کس نیابد مرا
بهر جا که جوید کسے حاضرم
ز احوال جوینده ها ناظرم
منم جنگ منم آتش و آب و خاک
منم آن هوا کو ست از حرص پاک
منم یار پیر و برادر منم
پدر هستم و نیز مادر منم
ثمر بخش اعمال مردم منم
جزا بخش افعال مردم منم
حیات و ممات خلائق منم
خبردار علم حقائق منم
منم خشکی سال و باران و ابر
منم شاکر و صابر و شکر و صبر

۱؎ تنگ دوڑ

بود قدرت از من ز قدرت همه
منم صانع پاک صنعت همه

مرا غافلاں ہمچو خود دیدہ اند
چها در حق من تراشیدہ اند

ہمہ گمرہانند و بد باطل اند
ز نہ داریٔ کار من غافل اند

بوضع شیاطین ہمہ خوگر اند
بہ بد کردن ایں ہمہ خوگر اند

کسانیکہ خوے ملک یافتند
مرا آں سوئے نہ فلک یافتند

مرا مے پرستند ہر صبح و شام
بیاد من ہستند ہر صبح و شام

یکے ہستم بدانند و بسیار[۱] ہستم
جہاں ہم شناسندہ دادارہم

۱؎ کوئی مجھ کو ایک کہتا ہے اور کوئی سارا جہان مجسم یعنی وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت

درین کارگہ ہرچہ ہستم منم[1]
گواہِ بد و نیک عالم منم
اگر بے غرض بندگی مے کند
بخرّم دلی زندگی مے کند

بود بندۂ خاص مقبول او
بخلوت گہِ قدس موصول او
مر اگر پرستند وگر غیر را
پرستیدنِ او بود خوشنما
گہِ او درحقیقت پرستید حق
بہ بخشائشِ او بود مستحق
اگر غیریت مے برارد ز دل
بعرفان حق مے شود متصل
ہر آں کس کہ دل خود بمن بستہ است
ز دامِ ہوا و ہوس جستہ است

[1] مستی جہاں

منم حرف اول[۱] که من گفته‌ام
بصد رنگ دیگر سخن گفته‌ام
فراهم کن هر چه پراگنده‌ام
پناهی عزیزان درمانده‌ام
زمین هم منم آسمان هم منم
مکین هم مرادان مکان هم منم
منم رازق خلق و غم‌خوار خلق
به هر جا بدم من نگهدار خلق
مرا ظرف[۲] و مظروف هر دو بدان
مرا صرف و مصروف هر دو بدان
منم مهر و من ماه و من اخترم
منم آنکه از جمله بالاترم
منم قعر دریا و ساحل منم
منم آب حیوان سلاسل منم

[۱] حرف اول ۔ مراد او ام حق
[۲] خود بکوزه و خود کوزه گر و خود گل کوزه ۔ خود بر سر آں کوزه خریدار برآمد

مرا ہست منظور عشق اے پسر
ہمین است منظور اہل نظر
اگر عشق من مے کنی اختیار
نصیبت شود دولت پائدار[۱]
بظاہر چہ اخلاص داری بمن
بباطن کن اے یار یاری بمن
کہ زنگ دورنگی زداید ز دل
خیال دوئی را رباید ز دل
بہ آتش فروزی و طاعات ہم
بزہد تمام و تکبیرات ہم
باخلاص برگ و گل و فرط آب
اگر میدہی مے شوی کامیاب
نیم بستۂ زہد طاعات کس
مرا ہست اخلاص منظور و بس

۱؎ دولت پایدار یعنی مراد ثبات ہے علت عاشق ز علتها جداست عشق اصطرلاب اسرار خداست

نتایج زهــد جاه و طاعت منم
خداوند اہل حقیقت منم
بمن ہر کہ دل داد صاحبدلست
چو شمع فروزاں دریں محفل است
بکن جنگ و خیرات از بہر من
کہ باشد مقام تو در شہر من
اگر با شیاطیں محبت گرفت
طریق غم و رنج و محنت گرفت
بجاے نخواہد رسیدن کسے
بجز گمرہی نیست او را رہے
برآ از خودی و خدا را شناس
بہر صورتے معنئ ما شناس
منہ پاے خود در رہ باطلے
مکش محنت و رنج بے حاصلے

ز پندار توبه بمن اے پسر
بعجز و تضرّع بمن کن نظر
بجنگ و بطاعت مرا یاد کن
به عشقم دل خویش را شاد کن
بیاید من از بیس[1] و سوودر بود
برابر بصد پاک گوهر بود
ز عشاق بسیار شرمنده ام
بمن عشق من عشق را بنده ام
ز احوال اخلاص کیشان من
چه پرسی که هستند شان جان من
به دیو[2] و پتر هر که الفت گزید
پس از مرگ در پیش ایشان رسید
طلبگار من واصل من شود
اگر چهتری یا برهمن بود

[1] بیس و سوودر سے مراد ویش اور شودر ہیں۔ [2] دیو اور پتر سے مراد گرو، ماں اور باپ ہے

اگر فاجرے[1] ہم کنند یاد من
نگردد گرفتار زندان من
پرستند با اخلاص گر کس مرا
باو مہربانی بود بس مرا
اگر یادم آرند اھل گناہ
نخواہم کہ باشند نامہ سیاہ
ز احوال اخلاص مندان خویش
کہ از عشق من سینہ دارند ریش
چگویم کہ از ھر دو عالم بر اند
بچرخ حقیقت چو مہر و مہ اند
مثال در کمال[2] عبادت گزیں
کہ با من دل شان است الفت گزیں
خداوند ہر دو جہاں گشتہ اند
ز قرب خدا شادماں گشتہ اند

۱؎ گناہگار ۲؎ منی اور کسی

ادھیاے وہم بھوت جگ

سخن بہر نفع تو سر میکنم
ز راز نہانی خبر میکنم
کہ روحانیاں را خبر ہیچ نیست
منم جملہ اینجا دگر ہیچ نیست
بدانند ایشاں ز آغاز من
ز ہر پردہ مے آید آواز من
منم آنکہ اول ظہور من است
جہاں روشن از شمع نور من است
چہ دانند ایشاں کہ من کیستم
بصد جلوۂ نور حق چیستم

خودی را تو بگذار بے خود بشو
ازیں پس براہ ضلالت مرو
بمن گر شوی محو واصل شوی
ز نقصان برآئی و کامل شوی
نہ یارے کسے ہستم و نے عدو
بہر یک مرا ہست یک رنگ خو
طلبگار یاران مخلص منم
خریدار یاران مخلص منم
اگر خدمت من بدل مے کنی
کف خاک بر فرق غم مے زنی
باخلاص ہر کس پرستد مرا
بود بیگمانش بفردوس جا
بخدمت[۱] گری مے شوی کاملاں
باخلاص گردی سر دو جہاں

[۱] ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔

زدل آفریدم مناں و رکھاں
کزیشاں ست آبادئی اینجہاں
مرا ہر کہ دانست بناے[1] آں
ہمیشہ بود دیں و دلم جائے آں
فزائندۂ قدر ایشاں منم
جہاں جملگی قالب و جاں منم
وجود و عدم ہم حدوث و قدم
چہ عرش و چہ فرش و چہ لوح و قلم
زمن شد پدیدار[2] و عارف شناخت
بسے را بفہمید من ہوش باخت
یقیں داں کہ من آفرینندہ ام
بہ نیک و بد خلق بینندہ ام
مرا اہل دانش چنیں دیدہ اند
بعین الیقیں دیدہ اند

لہ چونکہ تمام کائنات کا خالق مجھے جانے اس کا مکان میرا دل ہے
[illegible]

مرا اوّل و آخر آں کس کہ دید
بجائے کہ نتواں رسیدن رسید
رہا گشت از بند سخت گناہ
فتادش بخلوت گہ قدس راہ
دل و عقل و آرام و صبر و قرار
زبوں کردن نفس بیہودہ کار
بقا و فنا و فنائے دل
شکیبائی و شکر و ایذائے دل
غم و شادی و راستیٔ سخن
نکوئی و زشتی و رنج و محن
نکونام و بدنام دوراں شدن
بہر رنگ چوں آب یکساں شدن
غرض ہرچہ باشد ز ما آمدہ
ز نیرنگی ما جہاں آمدہ

توئی جسم عالم توئی جان خلق
توئی کفر و مستی و ایمان خلق
شناسندهٔ خود توئی بیگمان
چه فهمد ترا چون منِ ناتوان
بهر جا بود جلوهٔ شان تو
جهان ست قربان هرآن تو
خدا را بمن این قدر راهنما
کجا جویمت چون شناسم ترا
بفرمود بر حرف من گوش کن
خیالات دیگر فراموش کن
ادست [۱] را منم پور باثام [۲] بشن
منم پور بسدیو [۳] گویند کشن
مرا در کواکب مه آید علم
بزنجم من از چهل و نه مرتا [۴] هم

۱ روشنی ۲ پورب سے نکلنے والا ۳ ستارہ ۔۔ واسدیو
۴ مرتا سے مراد مہورت ہیں جو کہ تعداد میں ۴۹ ہیں اور ما یہ بیچ اس سے شامل رہے۔

شب و روز هستند در یاد من
در دیده بستند در یاد من
به تعلیم و ارشاد من شاغل اند
همه تن رواں و سراپا دل اند
بصبر و قناعت بسر مے برند
تمنا براه دگر سے برند
کسے را کہ من دوست میدارمش
بچشم جہاں آنچناں آرمش
کہ باشد بعالم پناه همہ
بخاک در او جبین‌ساه همہ
بگفتا ترا مے سزد عزوشاں
تو هستی خدا وند هر دو جہاں
چہ نیکو چہ بد هر چہ هستی تو ئی
خدا وند بالا و پستی تو ئی

صاحبزادہ سیمیں صاحبہ

بجگہا تو جپ جگ مرا بر شمار
ہمالہ منم در دگر کوہسار
باشجار پیپل بدانی مرا
برکھہا تو نارد[۱] بخوانی مرا
بسدھاں کپل مُن[۲] گندھرب[۳] ہا
منم چترتھ[۴] مطرب دیوتا
مرا بجر[۵] نام است اندر سلاح
منم کام دھین[۶] کہ بخشد فلاح
بماران منم باسک[۷] نامدار
منم شیش ناگِ سراپا وقار
بعالم منم کبریا و منی
منم آنکہ باشد دل من غنی
بہ دیتاں تو پرہلاد[۸] دانی مرا
تو در کالہاں کال[۹] خوانی مرا

۱ نارد منی [illegible] ۷ باسک [illegible]
[illegible] ایک خاص [illegible] ۴ گندھرب [illegible]
[illegible]

منم اول و آخر و درمیان
جهانست قالب منم جان آن
مرا اشیام نام است در بیدلی
بروحانیانم سر دیوتا
بعض ها دلم جان درون تنم
میان همه رودها شکر منم
بمیرم[١] میان جبل بشری
بجبل پربت منم مشتری
به پیچان و درپیچان کو برم شمار
بهر پربت لبسو[٢] منم نامدار
گمارم به لشکر کشان جهان
محیط عظیمم ندارم کران
برکنا منم بهر گنگو شیم
منم اسم ذاتی بعالم علم

١ بڑا پہاڑ ٢ پربت

به پیتراں بود نام من ارجماں
بفرماں ردایاں مرا جم[1] بخواں

بدرندگاں شیر شرزہ منم
گرڈڑ در طیوراں صیدافگنم

مرانام ڈنڈا است اندر سماس
کہ دانند خویش عبادت شناس

منم آں زماں کو بودے زوال
منم مرگ کانرا بگویند کال

الف بر شماری میان حروف
منم آفتابے بری از کسوف[2]

زمانہا وہم ہرچہ خواہد شدن
منم نابود ایں زمان و زمن

منم کیرت و سمرت و پچھی
جہاں بدہ وہم دہیرج وسرتی

[1] جم سے مراد جمشید ہے [2] گرہن

بچالش مرا یاد صد صد شمار
چه بسید اندرم شام دلبر شمار
نهنگم بود نام در ما هیان
بود گنگ در چشمه‌هائے روان
بغیرو نه سدال منم ارجمند
که نامش بهر دو جهان شد بلند
در آغاز و انجام اوسط منم
منم صاحب فضل و جود و کرم
منم علم بیدانشت بحث کمال
منم صاحب شان و عز و جلال
بنوع بشر شاه شاهان منم
خدا و ندا بخشم سپاهان منم
منم کام کا بیجا و عالم ازوست
منم جان ما و اسے من آبجوست

بااہل سخن کب[له] بخوانی مرا
بفرماندہان عدل دانی مرا
منم معرفت بہر فرزانگان
منم شہر سودائے دیوانگان
یقین دان منم اصل خلق جہان
منم جان نگہبان کون و مکان
غرض ہر چہ ہستم منم اے عزیز
یقین گرت ہست عقل و تمیز
فزون از بیانست حالات من
بعنوان سنشہای کمالات من
گمان و قیاس و خیالم بدان
جمال و جلال و کمالم بدان
بود جلوه یک ذره من آفتاب
ببینی رود جیحون ز چشم تو آب

له کب یعنی شاعر

بچندم شناسی تو گر بنگری
بهیبت اسامم درسامها بنگری
دفتر میان حکیمان منم
مصاحب میان ندیمان منم
بشش فضل پیدا است تا هم بهشت
منم یار غمخوار هر ساده و شست
منم با کمر در میان مشهور
شمارم بخوانی ببازی و زور
منم فتح و تدبیر و عزم درست
کمال کمالم ز روز نخست
بدانشوران نام من شد سپاس
تو از حین درین پائدارم شناس
منم خامشی کوست مهر دهن
منم حسن تقریر اهل سخن

نمائی اگر جان تازه دهی

بر خسار امید غازه دهی

سرفراز داریں سازی مرا

خبردار کونین سازی مرا

بگفتا که خوب است اے کامجو

برآرم بوضع خوشش ایں آرزو

ولیکن بایں وضع دیدار نیست

که ایں چشم تاب رخ یار نیست

بچشمت دهم انجلائے[۱] دگر

که جز من نیفتد بجائے دگر

پس آنگه دهاں را چو گل باز کرد

جهاں درو جلوه پرداز کرد

زحصر آں طرف دید اشکال را

بصد رنگ آں مهر تمثال را

[۱] روشنی

ادھیائے یازدہم روپ درس

بگفتا کہ اے سرورِ سرفراز
توئی چارہ پرداز اہلِ نیاز
کسے بیکسان و جہاں پروری
ز وہم و قیاس و گماں پروری
نمودی ز رازِ حقیقت سخن
کشودی درِ معرفت را بمن
بگفتی کہ ہستم محیطِ جہاں
دلم خواہد اے قبلۂ داستاں
کہ آں صورتِ خود کہ عالم دروست
بیابد سرشتاں تماشائے اوست

طبق ہائے پاتال یکبار دید
عجائب ازیں نوع بسیار دید
بلرزید و ترسید از ہیبتش
بحیرت فرو ماند از صورتش
سر خود بمالید بر خاک پا
دگر گفت کائے شاہ ارض و سما
بلطفت تو دیدم جہاں در جہاں
بمن گشت اسرار مخفی عیاں
ولیکن دلم شد از دست من
یکے صورت غیرت صد چمن
کہ افسر بسر نے[۱] بلب در خرام
بزلف مسلسل بیفگندہ دام
بت دلفریبی بناز و ادا
سہی قامتے پر نگاہش بلا

[۱] تاج اپنے سر پہ لئے بنسری لئے۔ سہی قامتے - سرو قد

ز هر صورتش صد برابر به مهر
بناز و ادا و بخوبی و چهر
هزاران مه و مهر تابنده یافت
فلک با ورا زمی درخشنده یافت

موالید دید و عناصر بدید
بدید آنچه ناید بگفت و شنید
چه گویم درو دید از چین بجها
ز تحت الثری تا بفوق السما
مرنچ و مهادیو و آشنی کمار
سرلیش و ورنیش و گنیش و کمار
سموم و نسیم و صبا و دبور
گلستان و فردوس و حور و قصور
سیاه ابر باران درخشنده برق
نظر کرد زنیسان[۱] ز پا تا بفرق

۱؎ زنیساں۔ اس طرح

سنرد بچه وگند هرب وهم رچپه وبار
دگر بد بو بیز اشتی کمار
مروت رسیده باده در کہان جہان
ہمہ محو در جلوهٔ بیکران
نظر کرده ترسیده ام آنقدر
که پرواز کرده است هوشم زسر
به بجسم دردان وکران نگران
دگر پور عم دشمن جان من
باخوان خود با سپاه گران
ہمہ کشته و مرده اندر دہال
ہم از لشکر ما درشتند دشمن
دگر راجه بیراٹه لشکر شکن
درو پد شکهنڈی سران دگر
بریده سران دریده جگر

چو در رقص ذره آفتاب
ربود از کفم طاقت صبر و تاب
بآں صورت خوب جانم فداست
نه من بلک قربانش ارض و سماست
بهر جلوهٔ تو کجا انتها ست
کجا تاب دیدن بایں بے نواست
بتسبیح تو جن و انس و ملک
بتسبیح تو مهر و ماه و فلک
بتسبیح تو بلبل و گل بباغ
بتسبیح تو کوه و دریا و راغ[1]
بعشقت جماد تو شد زنده پوش
بعشق تو عاشق بود در خروش
هزاراں دهن دست و پا پیکراں
درون تو دیدم جهاں در جهاں

[1] راغ بمعنی وادی

چو در خود فرو رفته اینقدر
جگر کن بمیدان مردان گذر
همه کوروان بخت برگشته اند
به شمشیر اجل جمله سرگشته اند
بهانه مکن پیش مردانه باش
میندیش از خویش مردانه باش
نکو نامی تو بجنگیدن است
که متروک مردان چرا بیدلست
غرض آمد ازین نه افسانه باز
بفرمان آن شهریار ساز
زبان را بوصف و ثنالش گشود
بپایش سر خویشتن را بسود
وگر عذر تقصیر خود را بخواست
کمر بسته از بهر پیکار خواست

دگر بحر خونها روان دیده ام
بجوش سیل سرکشتان دیده ام
ز هستیٔ خود جمله بیگانه اند
بیک شمع روی تو پروانه اند
بجز خود جمله عالم نمودی مرا
ولیکن نشد دیدهٔ چشم وا
بگو کیستی با همه خویشان
که هرگز نیائی بوهم و گمان
بگفتا ز رخ دور کردم نقاب
ولیکن نرفت از دل تو حجاب
تو خود مرگ خویشان نظر کردهٔ
به احوال ایشان نظر کردهٔ
یکے کشته و کس خدا گیر بود
نمودم ترا آنچه تقدیر بود

به صبا توئی و توئی مهر و ماه
توئی برق و حکم هم توئی خضر راه
توئی علم و عالم توئی نار و باد
توئی مظهر پاک رب العباد
ببین و دیدار و بخت و توفیق
ببینم ترا من بچشمان شوق
بود قوت تو برون از قیاس
بود قدرت تو فزون از قیاس
شناسائی تو کجا می شود
به خلق ور تو فنا می شود
گمان بد مست من زخویش و تبار
ندانمت قدر معذور دار
مکرر مکرر بشور و غریو
بگفتم که ای کشن واسی باسدیو

۱ زمین و آسمان ۲ شور و غوغا

بگفتا کرا هست تاب و مجال
که آرد خلاف تو اندر خیال
بفرمان تو بندهٔ هر جهان
بفرمایِ تو هست کون و مکان
پرستار تو جمله هر صبح و شام
توئی قابلِ سجده هر خاص و عام
پناهِ غریبان کس بیکسان
بکن رحم بر حال این ناتوان
ز خوفِ تو دیوان گریزان شدند
هراسان به تحت الثری[1] میشوند
نباشد چرا قدر و شانت چنین
میانِ تو دیدم زمان و زمین
ز آغاز و انجام برتر توئی
ز اوهام و افهام برتر توئی

[1] راکهش بلے پاتال

بفرمود شکلی که چشمی تو دید
نه چشمی بدید و نه گوشی شنید
بامید دیدار خلقی بمرد
کسی جام دیدار ما را نخورد
بسی خاک گشتند در عشق من
بسی جا نخوردند بیدل ز تن
بسی جنگ کردند طاعت بسی
بسی رنج بردند و محنت بسی
نصیب تو شد دولت بیکران
که آگاه گشتی ز راز نهان
دگر شد بحالش چنان مهربان
که بنمود آن صورت دلستان
بجلوه چو خورشید در حسن ماه
سراپا تجلی ز نور اله

به مجلس به خلوت بوقت طعام
ز شوخی ز طیبت نمودم کلام
ببخشا که بخشندهٔ اے کریم
بمن رحم کن هست نامت رحیم
پدر دانست دائیم چوں پسر
ز تقصیر من اے پدر در گذر
کلان کلانی چو تو نیست کس
بزرگِ جهانی چو تو نیست کس
بسایم سرِ خود بخاک نیاز
بیفتم بپائے تو اے سرفراز
مترسان که موجب تنم خسته
ز خوف دل و جان من کاسته
نمائی تو آں صورت جانفزا
بشکل چستم بہیچ به چکر و گدا

بگفتا کم نشستم بیاموز تا
بنازد نیازم شوی آشنا
بس خود کن خویش را آشنایان
که دیگر نه بینی تو خود را میان

گدا و پدرم چکر و سنگه هم
بدستان او دید زیر قدم
چنان شیر بر زنگها در کمر
ز پهای ملاونس تا حبش ببر
گهرها چو انجم بگوشش عیان
چو مه بر جبین نقشه دلستان
دگر کوکب من چو مهر منیر
نکو زیب آن دلبر بی نظیر
شد از دیدنش شاه ارجن چنان
که گوئی دگر بارگی یافت جان
دگر جلوه گر شد بحالی که بود
بمدح و ثنائش زبان برگشود
که زاید ثنای تو از هیچکس
ثنای تو باشد ثنای تو بس

ریاضت کشاں را چه در سر بود
مشقت برائے که اکثر بود
چناں محو عشق تو گردیده اند
بساطِ علائق نوردیده[1] اند
کدامست واصل کدامست دور
کدامست کامل که دارد قصور
بگفتا کسان حقائق شناس
ندارند کارے با امید و یاس
ز هر دو جهاں دامن افشانده اند
شب و روز در یاد من مانده اند
نه در یاد من با خدایند شاں
که دل دادگان رضایند شاں
دل و عقل سوئے کسے داشتند
نگاہے بسوئے کسے داشتند

[1] لپیٹا

ادھیائے دوازدہم بھگت جوگ

دگر گفت ارجن بعجز و نیاز
که بر روی من شد در فیض باز
مرادِ دل و جان من دادهٔ
ز هر کارِ من عقده بکشادهٔ
ز لطفت نماند است مشکل مرا
مگر آرزو هست در دل مرا
که گردم تماشائیِ مقبلان
فتد چشم بر روی صاحبدلان
بعشق تو از خویشتن رفته اند
بسوز محبت جگر تفته اند

باید باشی آزادگی پیشه کن
دل خویش تعالی نه اندیشه کن
بیابان تحمیل خواه شلاق مدام
کشش تیغ جور و ستم از نیام
تنها تحمل به شادی خیال
چو نشیبان تکیه بنال
بیاموز نقشی زوال کنی
بیاد الهی سخن کنی
باشی از دل شاد باش
در عالم مطلق آزاد باش
ز هستی از غیب شادان بخور
وز دست پای جهان بخور
بهشتی این همه در آتش مکان
تو باش و هرجا که خواهی بمال

اے عالم

پرستار آب و گل و سنگ باش
بهر رنگ در یار بی رنگ باش
تصور مکن جمله تن نور را
بگیر آر دامان مستور[۱] را
دگر نیست طاقت که از خود روی
جدائے تا بود گشتن شوی
بهر کار در پیش چشمش ببین
بطلعت و بهر دو چشمش ببین
چه طلعت چه حسن چه سالک شدن
چه سلوک گشتن چه مالک شدن
اگر از حسن از باب من کرده
بخواب حقیقت وطن کرده
بیاد سی در دل اثر کن
مکن چهره است یار لله کن

۱؎ دامان مستور سے مراد چھپے ہوئے چہرہ سے یعنی خدا کا دامن

ادھیائے سیزدہم چھیتر جوگ

دگر گفت ارجن ز راہِ نیاز
کہ اے کارپرداز عالم نواز
کدام است پرکرت ہم پورکھ چیست
کدامین بود چھیتر چھیتر چیست
کدا گیان گویند ہم گے کدا
مفصّل بکن لطف بہر خدا
بگفتا کہ چھیتر بدن را بداں
بود چھیترگیہ عارف راز داں
کس از حال ابدانِ[1] خبردار نیست
بجز من کسے واقف کار نیست

[1] ابدان جمع بدن کی

هر آن کس که آزاده دل در جهانست
بهر جا که شد خانهٔ او همانست
بلا رنج و بلا کد معاشش بود
نه از بهر روزی تلاشش بود
سخن هائے من آب حیوان[1] بود
که شنوانده را باعث جان بود
شنیدی اگر زندگی یافتی
چو خورشید تابندگی یافتی

---

[1] آب حیوان، آب حیات

ز عرفان سخن میکنم گوش باش
سراپا خرد جملگی هوش باش
بود عارف آنکس که مغرور نیست
ریا پیشگی باشش منظور نیست
نگردد روادار آزار کس
نخواهد که بیند زیان کار کس
تحمل چه کوه گرانش بود
فراغت ز هر دو جهانش بود
بود راحت و رنج یکسان برش
خیالات باطل شود از سرش
بود آشتی پیشه و حق گذار
کجی و فریبش نباشد شعار
کند خدمت مرشد خود بجان
بجوید رضایش بقدر توان

شناسائی هر دو عنوان بود
که مقصود صاحبدلان آن بود
کنون با دل جمع بشنو ز من
سخن میکنم از طلسم بدن
کسانیکه اندر خرد رفته اند
سخنها در این جا چه گفته اند
فلک آتش و آب و خاک ست باد
بود چار عنصر که ترکیب داد
حس و او شکل و دل و ده حواس
بحکم قدرت تو ست محکم اساس
بود مقتضائی بدن چند چیز
ثنا عداوت محبت تمیز
شکیبائی در رنج و راحت دگر
همین است حسن سخن مختصر

بنالد چو مقصد شود حاصلش
ز فقدانِ مطلب بکاهد دلش
زداید ز دل نقش غیری مرا
نماند بهر رنگ سیری مرا
کند مسکنِ خویش جا هائے پاک
براید کند خویشتن را بخاک
بپرهیز واز صحبتِ ناکسان
بداند که عرفان بود جاودان
به پیش نظر داردش روز و شب
که محفوظ ماند ز رنج و تعب
همیں است عرفان دگر غفلت است
مده وقت از دست تا فرصت است
کنوں با تو میگویم آں راز را
که جنباند آں مایۂ ناز را

بهر قسم دارد تن خویش پاک
نباشد اگر آب یا مشت خاک
بگفتار و کردار قادر بود
بر افعال و اعمال ناظر بود
بود تارک الذّت او را حواس
شعارش بود شکر و صبر و سپاس
نه چیند دکان حیل در جهان
کند کار خود را نه بیند میاں
ز حالات جسم آگهی خوشتر است
چگویم که در وے چها مضمر است
جوانی و پیری و مرگ و حیات
مرض هاے دیگر ز چندیں جهات
ندارد به فرزند و زن الفتے
که عابد نگردد به او کلفتے

همان آشنا نیست و بیگانه است
همان مسجد و دیر میخانه است
محبت کند گر بکس مشکل است
که مستغنی است و بخود مائل است
بری از صفات و همه تن صفات
همان غیر ذات و همان عین ذات
رونده همانست و آینده اوست
نشیننده جنبنده و پاینده اوست
نماید چو او نازنینی کند
اگر عقل باریک بینی کند
قریب از قریب و بعید از بعید
همان مے تراود[1] ز گفت و شنید
نماید چو مقسوم و مقسوم نیست
بهر جا ست پیدا و معلوم نیست

[1] ظاہر ہونا

همان آشنا نیست و بیگانه است
همان مسجد و دیر میخانه است
محبت کند گر کسی مشکل است
که مستثنی است و بنحو نائل است
بری از صفات و همه تن صفات
همان غیر ذات و همان عین ذات
رونده چنانست و آینده اوست
نشیننده جنبنده و پاینده اوست
نماید چو او نازنینی کند
اگر عقل باریک بینی کند
قریب از قریب و بعید از بعید
همان سے تراود[۱] ز گفت و شنید
نماید چو مفهوم و مفهوم نیست
بهر جا است پیدا و معلوم نیست

۱ ظاہر ہونا

گر آغاز و انجام آنسو تراست
ز اوهام و افهام آنسو تراست
همانست آتش همانست آب
بهر ذره تابد همان آفتاب

بری ذات او از حق و باطلست
ولیکن بهر رنگ او شاملست
همانست چشم و همانست گوش
همانست مستی همانست هوش
توانا و زور آور و دیر تر است

محیط جهان و جهان پرور است
جهان تنگی آمد از کوی او
شود بازگشت همه سوی او
جهانِ زمان و مکان آن بود
حواس و قیاس و گمان آن بود

ازاں پرده او را بلا درسراست
چو برخیزد ایں پرده او برتر است
کسے کو بہ پیرکرت پرکھ شناخت
زبندِ گرانِ تناسخ رہاست
بود پرکھ فرماں روائے بدن
ازان است محکم بنائے بدن
بود جلوۂ او بہر مغز و پوست
تماشائی خود دریں پردہ اوست
شناسندہ بینندہ دانندہ اوست
تو گوئی هماں آفرینندہ اوست
هماں ست گیرندۂ حس مزه
همانست از پائے تا سر مزه
برون از بدن هم درونِ بدن
ازو اختلاف شیون[١] بدن

١ شیون جمع شان کی حالتیں۔

فنا و بقا و جہاں در وے است
ہماں جلوہ پرداز ہر شئے است
مہ و مہر لبریز نور است ازو
بود ہرچہ تاریک دور است ازو
ہماں ست عارف ہماں معرفت
باو مے رسند اہل دل عاقبت
بود منزل خاص آغاز دل
بود ہم سر عرش ازیں راز دل
ز قالب ز عرفاں نوا لستنی
بگفتیم و ز اندیشہ کردم غنی
بحرمم رسد گر پرستندہ ام
رسد تا بجائے کہ من بندہ ام
بجز پیر کہ نبود کسے در جہاں
نقابست پر کرت بروئے آں

همه رفتنی[1] او بجائے خود است
که اینها همه از برائے خود است

بیک رنگیش دیده[2] را وا کند
بهر رنگ او را تماشا کند

چو اینجا رسیدی رسیدی بکام
که او جلوه گر هست در هر کدام

درین صورت آزار خود هم مکن
بکردی اگر نیک بد هم مکن

تعلق چه پر کثرت وارد عمل
بود فارغ آن پس که از هر خلل

همه در یکی بین[3] یکی در همه
نگه از تامل فکن بر همه

قدیم است فانی نخواهد شدن
چه او زندگانی نخواهد شدن

۱ یعنی سب کو فنا ہے ۲ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا ۳ وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت

شناسائے او شو که رو بینش بس است
غرض او درینجا عجائب کس است
کس طالب او در آب و گل است
کسے حلقۂ زلف بر سرائے دل است
کسے در ریاضت تن و خود گذاشت
کسش جلوه در بت پرستی شناخت
کسے بهر او جنگ و خیرات کرد
کسے گوش خود بر حکایات کرد
بمنزل گهش میبرد هر رہے
پرستندۂ او نه میبرد گہے
مکین و مکاں باهم آمیختند
غبارِ تعین برانگیختند
بهر کس نگاهِ تو افتد همانست
هماں جلوه پرداز کون و مکانست

ادھیاے چھپا و ہم تتکن سبھاگ

کنوں آں سخن بر زباں ازو است
کہ بالاتر از وے سخن مشکل است

کہ ایں سخن ہر کہ دریافت است
ز دریائے معنی گہر یافت است

چو من فارغ از زادن و مردن است
دلش باب در دست آوردن است

زمان و مکان در نگر ہرچہ ہست
بصد رنگ آں کس کہ ایں نقش بست

ہمہ ہست ہم ستم دان من است
جہاں جملہ تجلی اندان من است

چو آکاشش هر جاست لیکن بجاست
کسی کو چنان دید یاب لقاست

چو خورشید کو نور هر منزلست
بدان گونه او شمع این محفل است

کسی با حقیقت شود آشنا
که بیند پرکرت او را جدا

منه دل بدین خود پسندی خلق
بدان موجب پای بندی خلق

که یاران چرا پابگل مانده اند
چرا در ازان کام دل مانده اند

اگر یافتی کار خود ساختی
دگر نه بجستش عمر در باختی

اگر سست بود بخشد آرام جاں
وگر رنج زکردار ہا کام جاں
تم آرد گراں خواب بیدانشی
کہ او ہست اسباب بیدانشی
اگر در ستوگن دہد جاں کسے
بھوت[1] تھم میرسد آں کسے
اگر جامہ را در رجوگن گذاشت
بصفہائے نیکاں علم بر فراشت
وگر در ستوگن گذشت از جہاں
بود داخل زمرۂ ابلہاں
ستوگن بباید بکردار نیک
کہ کارے نباشد بہ از کار نیک
ز رنج بر سر آید بلائے عظیم
کنند از حکومت جفائے عظیم

[1] بھوت سے مراد پنچ بھوت ہے یعنی خلا، ہوا، پانی، آگ اور زمین۔ مطلب یہ کہ بھوت میں پہنچ کر مکمل نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

مهیا سخن شد ز ما تا نخست
کزو گشت بنیاد عالم درست
صفای سخن چون آئینه دان
ازو هست تسکین و آرام جان
جهان دانش و معرفت مید ید
که انسان ز آمد شدن وارهید
رجوع سخن هم بمعنا بود
ازو کار کردار پیدا بود
سخن بود موجب بما فعلی
ازو سر زند جاهلی کاهلی
ازین هر سخن هر که ز در آورد
سر آدمی را بشور آورد
دلش را دهد سیل اوصاف خویش
بهر کار خود را بهر رنگ پیش

بگفتا که ای رفتهٔ تو همه
عزیزان جگر تفتهٔ تو همه
ازین هر سه گل هر که وارسته است
دل خود بگیسوی تو بسته است
چنان دانشش چون تسلی شوم
درین راه تا پا بپایش روم
بگفتا هر آنکس که آزاده است
بهر جا بیک جلوه دل داده است
ننالد ز ایمان مطلوب او
ننالد ز حرمان مرغوب او
مساوی بود پیش او مهر و کین
ز شادی نه شادان نه از غم غمین
به اندازگُل با نسیم بود
گهی مسکنت گه تکبر بود

همچنیں کند بے خود مرد را
کہ نشناسد آں جوہر فرد را
نیست چنیں شود عارف حق شناس
چنیں کند طامع بے قیاس
همچنیں کند مست دیوانہ اش
بہ بیدانشی سازد افسانہ اش
بود میل اوّل بطرف علا
میانہ بود نحو حرص و ہوا
همچنیں بہ تحت الثری می برد
ببیں از کجا تا کجا می برد
ازیں سر آگاہ شو جان من
بچشم حقیقت ببیں شان من
ازیں سر ہر کس جدا میشود
خدا شاہد است از خدا میشود

بکارے جہاں دلدہی کم کند
ازیں دانگہ خاطرش رم کند
کن آتیست نامی چنیں کس بود
غرض آدم خوب اینکس بود
که مست است از یاد من صبح و شام
کشیدست میخانه ام را تمام
منم صورت و معنئ ذات پاک
چہا صنعت‌ہا ہم دریں مشت خاک
منم کو ہمه تن تجلیات آمده
بیک ذات در صد صفات آمده
منم بے تشکّل و بے زوال
منم آں کمالے که باشد کمال
من آرام آرامی آں خلوتم
که از خلوت آورده در جلوتم

به تحریک آنها ز جا کم رود
که این ره بدل آشنا کم رود

تعلق ندارد بکار جهان
غریبی بود در دیار جهان

زر و سیم لعل و در و خاک سنگ
برابر به بینش چو افتد بچنگ

ثنا نه ثنا و نخواند مرا
بهر رنگ در جلوه داند مرا

نه از عزتش افتخارش بود
نه از ذلت خویش عارش بود

بود دامنش پاک از هیچ ذم
بیک حال باشد بمهر و ستم

شعارش بود بردباری همه
بود کار او حق گذاری همه

زگنُ شنا جہانش ہمو مے کند
ز آزو ہوا سرفرو مے کند
وگرنہ کند میل بالا روی
بمغز سخن رس کہ عارف شوی
خواص حواسش بود برگ بار
ہوا و ہوس وارورش بیقرار
قضا ریشائشش[1] باعمال بست
بریں صفحہ کیں نقش آمال بست
دوانید کسانرا بہ ہشش ہوس
کما ینبغی[2] نیست معلوم کس
کہ سرسبزی او چساں مے شود
چگونش بہار و خزاں مے شود
بود بیخ او محکم از یاد من
بپاکش ز قطع اجل پیشہ کن

[1] رشائش سے مطلب رشتی متی [2] پورا حال نہیں کھلتا

ادھیائے پانزدہم پرکھوتم جوگ

عجائب درختے است ایں کائنات
کہ بیخش بہ بالا است اے خوش صفات
ہمہ شاخہا سوئے پایش عیاں
ورقہائے بیدہا است ہر برگ آں
ولے پائدار است و ناپائدار
نباشد چو آب روانش قرار
بود بیدداں ہر کہ ایں راز یافت
ز گفتار آں مایۂ ناز یافت
تماشا کن او را دریں کہنہ کاخ
بہر شاخ باشد پراگندہ شاخ

بود نور جان شمع نور من
قریب است از دل رہ دور من

ہمین کشش پس از مرگ با خود برد
چو بادے که بوئے خوش و بد برد

دل و پنج حس جان کشند سوئے خویش
درین گلستان مے کشند بوے خویش

دل و پنج حس محو کار خود اند
ز پابندئی چشم یار خود اند

ز حالات جان عاشقان آگه اند
گرفتار لذات حس ابله اند

تماشائے جان در بدن مے کنند
نه چون ابلهان بر سخن مے کنند

زمن مستعارست نور و فروغ
بود دعوے صبح صادق دروغ

پس از قطع او می‌توانی رسید
بجائے کہ ناید بدید و شنید
بخلوت گہہ ناز و آنگہہ در آ
وزاں منزل خاص از در درا
بمنزل کہ وصل ایں آں رود
کہ با دامن پاک چوں جاں رود
ز مادیتی دامن افشاندہ است
بپائے تمنا چہ افگندہ است
ز شخصے بکس نے محبت بکس
بداند کہ باقیست اللہ و بس
بگوئیم ازاں خلوت خاص آہ
کہ بنود رہ تابش مہر و ماہ
نگردید آں کس کہ اینجا رسید
نہ از وے خبر ہیچ گوشے شنید

سلہ مادی یعنی جسمی کثیف

همه در فنائیست عارف بجاست
که او رفته است از خود و با خداست
اگرچه جهان و چه هر قالب رفتنی است
بجز آنکه با کبریا و متی است
نهان در جهان روشن از جان اوست
بچشم آیدت هر که مهمان اوست
من آنم که گشتم بخود آشنا
گذشتم ز بحر فنا و بقا
چو دانستم این را که من کیستم
گرفتار تن از پئے چیستم
ز فهمید خود پر که آدم شدم
چو معبود و مسجود عالم شدم
شناسائے من عارف کامل است
بهر رنگ یادِ منش در دل است

چه مهر و چه ماه و چه سپهر سوزنده نار
فروزنده تابنده از من شمار
منم آنکه بار جهان می‌کشم
چه دانند یاران چسان می‌کشم
شوم هر نباتات تا پرورم
شوم آتش و مرغزاران خورم
فراموشی و یاد عالم منم
درین خلق شادی و ماتم منم
منم آنکه مقصود بید آمده
منم آن که یاس و امید آمده
منم آنکه بید از زبان من است
زعرش آن طرف آستان من است
جهان از وجود و عدم باهم است
چو گیسوئے خوبان خم اندر خم است

ادھیائے شانزدہم دیو اسپت

بہر کس کہ این بیست و شش خصلت است
بدان آدمش کہ ملک سیرت است
صفائے دل و بے خطر بودنے
بعجز و تضرع جبین سودنے
بفکر و تن و جان بسر بردنے
بعشق کسے خون دل خوردنے
بقدر میسر بکس دادنے
در فیض بر خلق بکشادنے
بدست این حواس خود آوردنے
بہ پیش نظر داشتن مردنے

بگفتم تو راز پنہان خویش
نمودم ترا شوکت و شان خویش
بفہم و خبردار ہشیار شو
بخواب این ہمہ آه بیدار شو
ہمان کس کہ فہمید او جا رسید
دگر نہ عبث رنج و محنت کشید

بطاعت و کرم سوی کس نگذاشتن

دلی خورسند لذات [illegible] برداشتن

دگر [illegible] زرشتی باز داشتن

دل و چشم خود را نگه داشتن

[illegible] کردن دوستی خود داشتن

ز اوج مقالات چو خود داشتن

بحق همه تن مشغول شدن

سراسر گذشت [illegible] حال شدن

درون و برون پاک خود داشتن

ز گفتار و کردار دست برداشتن

زمین [illegible] با خاک یکسان شدن

[illegible] یکسان شدن

[illegible] خیال

[illegible] حال

[illegible]

شدن جمله حق تربیت حکمت کریم
که سالک کسی تا بود کامل و سیر
بعلم و عمل بیان و دلی بسته
ازین هر آنکه قصد دارد سنت
ره زاهدی را لیس رسته
چه شعله خوش جستجو شته
بجز راستی کم سخن گفته
کم باشد چرا پیش شته
ز قهر و غضب دور تر مانده
ز ایذای کس دست افشانده
سخا پیشگی وضع خود ساختن
بود هر چه از کیسه انداختن
بصبر و قناعت تکیه ساختن
که در بودن مدعا خواستن

ز کم فہمئ خود نخوانند بید
کلام الٰہی ندانند بید
ز حق در گذشتند و باطل شدند
ز رسم و رہ کیش غافل شدند
سخن مے کنند آں خدا منکراں
کہ آمیزش مرد و زن شد جہاں
کسانیکہ دارند ایں اعتقاد
سر و روئے و شاں در تہ خاک باد
سخن مے کنند و جفا مے کنند
ز باطل خیال چہا مے کنند
ہمہ تابع خواہش کام دل
ز خود رفتہ و محو آرام دل
ہمہ تن تکبّر سراپا غرور
ز راہے کہ حق است بسیار دور

ریا سیرتے تکبر اندیشگی
غرور و تکبر جفا پیشگی

قساوت دگر احترازی بحال
بخود چیدن از فرط حسن و جمال

ششم ابلهی کو بلائے بدست
که بهر شیاطین جزائے بدست

ملک سیرتان باخدا واصل اند
شیاطین صفت هرزه و باطل اند

مینداریش ارجن که خوش سیرتے
نه چون ابلهان رفته در غفلتے

دو گونه بود خلق ایجاد من
یکے آنکه کردم از انها سخن

دگر آنکه انکار من مے کنند
ز ناحق شناسی سخن مے کنند

که فردا چو کنم میسر شود
بدین راه گنجینه زر شود
بگویید کی هرچه خواهم کنم
یکی را زنم دیگری را زنم
ز مذهب باطل برآمد چنان
که چون من نباشد کسی در جهان
منم غارت و کامل و زور در
منم حاکم و عادل و داد گر
از آنچه دنیا ز بهر من است
شرف دین و دنیا ز بهر من است
نباشد بجز من کسی شادمند
نصیب دگر نیست بخت بلند
شریف النسب در زمانه منم
حکیم الشان و یگانه منم

ز رشتهٔ غفلت چنان بسته اند
که گوئی رشتهٔ سبحه پیش شده اند
شب و روز در فکر پر کردنست
ز طول امل رشته در گردنست
زمین پایهٔ تخت جوا در گلو
تماشای فنا و سراپا غلو
تماشای عیش و حسرت بهم
گرفتار زندان غفلت بهم
ز جوهر و ستم تیغ زر می کنند
تو بار عصیان بسر می کشند
عجب شورشی هر یکی در سراست
ندانند که تا کی دیگر است
بگویید که امروز این یافتم
از این یافتم خوب دریافتم

ز من میگریزند و با دیگراں
محبت بگیرند ایں خودسراں

ز حد بیشتر غافل و بے ہشند
کہ جاں دار را بہر جنگ میکشند

چو تنہا سوئے معبود در میروند
بجسم سگ و خوک و خو میروند

سہ دروازۂ دوزخ است ای جواں
طمع است و خشم است و شہوت بداں

ازیں ہر سہ در رفتنت خوب نیست
کہ ایں راہ واصل بمطلوب نیست

کسے کو ازیں رہ شود بر کنار
کشد آں ہمہ ناز را در کنار

رود ہر کہ بیروں ز فرمان بید
ز مقصود خود مے شود نا امید

منم آنکه خیرات و حجها میکنم
بکار نکو تاز و تگ مے کنم
اسیر کمند ہوا گشته اند
گرفتار دام بلا گشته اند
سراسر بود بر غلط راے شان
چو میرند دوزخ بود جاے شان
بسیم و زر و خویش دارند ناز
ز کج فہمی خود نیایند باز
بصحبت بزرگان ندارند گوش
ز مستی بهر لحظه بازند ہوش
بمکر و ریا خیر و طاعت کنند
پئے خود ستائی رعایت کنند
بصد رنگ جور و جفا مے کنند
پئے کار خود قتل عامی کنند

ادھیائے ہفدہم نرسی بھاگ

بپرسید ارجن کہ اے رازداں
ز حالِ کسے کن بہ پیشم بیاں
کہ دارد محبت بیادِ خدا
ولیکن علے الرغم[1] ایں بید ہا
ازیں ہر سہ گُن در کدامین بود
چہ ایں شخص را دین و آئین بود
بفرمود باشد ارادت سہ نحو[2]
کہ بر طبع خود ہر یکے ہست محو
ترا دو ہمہ ہرچہ در گونہ است
مثالِ دلِ شخص پُر گونہ است

۱ علے الرغم بمعنی برعکس ۲ سہ انسانوں کی تین قسمیں ہیں ستگنی رجگنی اور تمگنی

اگر هست مقصود تو نظر
مکن آنچه منع است در شاستر
خلاف بزرگان نکردن خوش است
بآئین خود جان سپردن خوش است

سه گونه بود جنگ و زهد و غذا
دگر خیره کردن بخلق خدا
غذا های مرغوب و هم خوشگوار
بود اهل ست گن همه دم بکار
دگر تلخ هم تیز و گرم و ترش
نمک سود و پر شور و هم آتشش
که باشد مضرت بسی ناگوار
کند اهل رج گن همه اختیار
دگر شور و تر سرد و شب مانده را
خورد هر که تم گن طبع باشد ورا
نتیجه نه خواهد ز جنگ هیچ گاه
کند صرف آن دولت و مال و جاه
کند صاحب ست گن این کار را
که بگرفت در فرد خود یار را

پرستند ملک را بسے گون قرین
ولش هست مائل براه یقین
برو چهره ور اپیس شیاطین تمم
که هست این پرستش همه درد و غم
هر آنکس که غافل ز آئین و کیش
کند از ریاضت دل سینه ریش
بود در دل او که این جمله خلق
کند اعتبارش ز ارباب دلق
ز بیدانشی هست در بند غم
بر احوال خود نماید ستم
بود اینچنین کس پرستار دیو[1]
که هستند ایشان همه رنگ و ریو[2]
مرا علم که جان همه عالم
از ایشان اذیت رسد دمبدم

[1] دیو یعنی شیطان [2] ریو یعنی مکر و فریب

بهر کس نگفتن بمقدور خویش
نه کردن بزخم زبان سینه ریش
سخن می کند هر دو روشن ضمیر
خوش آینده در است و دلپذیر
بدرس علوم و بذکر خدا
شب و روز بودن بصدق و صفا
بود طاعت دل همیشه خوشی
فرو خوردن غصه و خامشی
بهر رنگ با هر کسی ساختن
به ضبط دل خویش پرداختن
دل خویش کردن چو آئینه صاف
دو چار همه کس شدن سینه صاف
اگر بی غرض هر سه طاعت کند
بود ساکتی و فراغت کند

نتائج طلب خود شما را بسے است
خلافِ کتب طاعت تامسی است
نہ افسوں نہ خیرات زر بے طعام
ندارد بحق اعتقاد تمام
بود طاعت جسم عجز و نیاز
شدن ز افعال بد احتراز

پرستیدن والدہ و پدر
دگر پیر استاد اہل نظر
بتجرید و تفرید[۱] باشد مدام
بکوشد بہ تطہیر تن صبح و شام
عبادت بگفتن چنیں مے کنند
کہ ہر حرف را دل نشیں مے کنند
بہ شیریں زبانی و آہستگی
کہ آفت سبب بہر بستگی

۱؎ تجرید و تفرید یعنی ہستی - یعنی مجرد رہنا

یکے شد سه و از سه شد صد هزار
وزاں هر سه بگرفت عالم قرار
ز حرف نخستین برهما شده
زمین آتش و بید پیدا شده
ز حرف دوم لیشن آمد پدید
دگر اتهر چهه با دوم یجر بید
ز حرف سوم آمد اے راست بیں
مهادیو خورشید و خلد بریں
دگر گشت ازو سیام بید آشکار
اتهربن دراں هر سه داخل شمار
بحرف نخستین بود رنگ زرد
ز تاثیر رجگن برو کار کرد
بود حرف دیگر برنگ سپید
که شد خاصهٔ ستگن ازوے پدید

۱ رگ وید ۲ یجر وید ۳ سام وید ۴ اتهر وید

دگر ہست دلدادۂ آرزو
بود راجسی اسے پسندیدہ خو
اگر بہر آزار کس مے کنند
بود تامسی و ہوس مے کنند
بود خیر کردن بسے خوشنما
شود خوشنما تر چو باشد بجا
دہد زر و لیکن نہ در مزدکار
بجائے نکو بہر پروردگار
دہد ہر کہ ایں گونہ او ساتکی است
دگر بہر خواہش دہد راجسی است
غرض خواہد و مزد و محنت دہد
پئے خوشنمائی و شہرت دہد
دہد رائگاں تامسی مال خویش
علی الرغم احکام آئین کیش

ره و رسم آیین همه راست است
دل خویش مشکن عبث کاستن است
به بی اعتقادی اگر کار کرد
بپای جهان خود خشکر آزار کرد

سوم رنگ باشد برنگ سیاه
که دارد خصائل نموگون نگاه
الف راست تاثیر سوزنده نار
بتاثیر مه او شده آشکار
بتاثیر خورشید میم آمده
که در کارهای عظیم آمده
بترکیب این هر شد کائنات
که اینجا صفات اند و آن عین ذات
بآغاز هر کار او را بخوان
که رمزیست هر حرف این نکته دان
همین راکند اسم ذات اعتبار
شود ذاکرش داخل بزم یار
نباید بانکار حق شعبده
که این کار چون زهر باشد مضر

گناه است بر آدمی ترک فرض
که بر ذمه اش هست مانند قرض
بتحقیق من ترک باشد سه رنگ
کزان گشت آئینه ام دور زنگ
نکردن گناه است و کردن صواب
ولیکن نخواهد زکردن ثواب
بخیرات جنگ بهره یابند خلق
به آسوده باشند ارباب دلق
بغفلت کند ترک اگر ناکسی ست
به نزدیک من ترک آن ناکسی ست
هر آنکس که از خوف محنت گذاشت
به نزدیک خود ترک را خوب داشت
چنین ترک را راجبی نام هست
زمقصود بهبود ناکام هست

ادھیائے ہیژدہم سنیاس جوگ

دگر گفت کاے راز دان جہاں
بگو حال سنیاس و تیاگ ایں زماں
کہ دارم تمنا ز حد بیشتر
ہمیں سوزدم شوق مفرط جگر
بگفتا بکن ترک در آرزو
پس آنگہ ز سنیاس حرفے بگو
کہ سنیاس ترک تمنا بود
بیاد خدا بودن اولیٰ بود
بود تیاگ ترک عمل خواستن
بہ کنجے نشستن نہ برخاستن
نوشتند در سانکھ اہل نظر
کہ آزار جاندار باید حذر

بتقلید تناسخ کند وا روش
بانواع قالب درون آروش

سبب پنج باشد بکار جهان
سرانجام هر کار زانها بدان

حواس و تن و جان و تقدیر و جهد
نباشد جز این پنج در هیچ عهد

چه از تن چه از دل چه کار زبان
همه کار موقوف باشد بر آن

کسے کز سبب دست خود داشته
همه کار از ذات انگاشته

به نزدیک من جاهل و غافل است
ز حق دور مانده که پر باطل است

ز قید خودی هر که وارسته است
ز غیر خدا چشم خود بسته است

کند کار بیهوده نخواهد ازاں
بهر کار خود را ببیند میاں
چنین ترک از آنکه میشود
که راهِ نکو متقی می رود
ز نیک و بد آنکس که آشو تراست
به چشم همان شخص نیکو تراست
ز کردار خالی نباشد بشر
که باشد که ناید دریں راه گذر
ولیکن پئے خویش غافل کند
برائے خدا مرد عاقل کند
سه گونه بود کارهائے بشر
که نیک است و بد نیک و بد بیشمر
ز کارے نکو می رود در بهشت
بقعر جهنم بد و کار زشت

چنیں معرفت خاص راجی ست
مقید پرستیدنش ناسی ست

بود هرچه واجب کند صبح و شام
بجهد بلیغ و بسعی تمام

نباشد بهیچ غفلتی و سستی
بداں اینچنیں کار را آگهی

اگر از پئے کام دل مے کند
و یا بہر آرام دل مے کند

کند کار و داند که من کرده ام
ز حد بیش خون جگر خورده ام

بداں راجی ایں چنیں کار را
دگر خواهد آزار جاندار را

ز غفلت نه داند سر انجام کار
ندارد بکف رشتهٔ اختیار

ز خونریز هم نیست نقصان بود
که وصلے ندارد من و ما درو

سه حکم است کردار را اے عزیز
نگهدار سه قسم بگوشش تمیز

که دانست و دانسته و غفلت است
وسے کار وابستهٔ قدرت است

به ترکیب کُن کار سه قسم شد
کزاں عاقبت تنگ بر جسم شد

بود سالکی آنکه هر جاش دید
بچشم حقیقت تماشاش دید

ولیکن بداند که معصوم نیست
بهر شخص این نکته معلوم نیست

کسے کو بداند که هر جا خدا است
ولیکن بهر رنگ شانش جدا است

بهر رنگ مقصود خود خواهد او
اگر یافت خوش ورنه حیران کاهد او
مقید نه باشد به تطهیر تن
بود دامن آلودهٔ ما و من
کشد بی گناه را بهای غرض
فشارد بهر کار پای غرض
چنین فاعل کار را جس بود
غرض خویشتن دار را بس بود
ز نیک و بد خود که آگاه نیست
بداند که از راه گمراه نیست
شقی تنگ مایه و هرزه کار
حیاسار حق پوش و ابطال شکار
ریا پیشه و کاهل و بد سرشت
بود کار او جنگی کار زشت

چنین کار را تا کسی مے شناس
که ایذا رسانست بیش از قیاس
نخواهد مگر آنکه از کار خویش
تمتع ندارد بکس وار خویش
بود صابر و شاکر و بے ریا
کشد رنج و محنت برائے خدا
بیابد چو مقصود گردد حصول
نیابی اگرش هم نگردد ملول
چنین شخص فارغ ز یاد منی ست
غنیمت شمارش که او متقی است
نتائج طلب هر که از کار شد
برائے غرض از همه یار شد
بود طالب مال و فرزند و زن
کشد رنج و محنت پئے خویشتن

رسیدن بمعنی امید و بیم
بر انجام هر کار بودن علیم
خبر بودن از قید و آزادگی
بدانستن قدر افتادگی
چنین عقل را سالکی گفته اند
کسان کآگه راز بنهفته اند
ندانستی حق کما ینبغی
بدان اینچنین عقل را راجعی
بود عکس سالک تناسی تمیز
چو آنکس که او نقره داند ز ریز[لہ]
هر آنکس که غالب بود بر حواس
بر او مساویست امید و یاس
بود پاس انفاس منظور او
بود نام حق ذکر و مذکور او

لہ بعض قلمی

عزیزی گر آید اہانت کند
بہ بیہودہ کاراں اعانت کند
بہ کمزور زور آزمائی کند
ز حد بیشتر بے حیائی کند
چنیں شخص در بند ناکس بود
نیز ہر خردمند ناکس بود
بتاثیر گنہا شکستست عقل
کنم من تفریق پیش تو نقل
تحمل ز گنہا شکستست نیز
بحرفم بپندار گوشش تمیز
تمیز بد و نیک و جرم و اد ہرم
ز قہر خدا خوف و در خلق شرم
تمیز رہ و رسم آئین کیش
شناسائی ملت و دین خویش

بیکی آنکه بعد از ریاضت بود
که از هر دو عالم فراغت بود
اگر چند زهرست در ابتدا
چو آب حیاتست در انتها
دل آدمی چون ببویش کشد
بپیچید گل وصل و بویش کشد
ازین خوشدلی گردد آسوده جان
چنین راحتی را تو ساتک بخوان
دوم حاصل از لذت حس شود
ملالی نیابد ولی مس شود
ندیدم کسی را بروی زمین
ز در ویتا تا به چرخ برین
ازین هر سه کس برکرانه بود
مگر آن خدائی یگانه بود

دل خویشتن را بدست آورد
بپیمانهٔ خواهش شکست آورد
تحمل چنین شیوهٔ ساتگی ست
خوشا حال آنکس که این گونه زیست
نگهداریے دین و مقصود خویش
چہ نام کردن دل و سینه ریش
شکیبائی این چنین راحتی ست
تحمل که بدتر بود ناکسی ست
که ماند ببستی و غفلت مدام
سحر را نماید در اندیشه شام
بخواب گران از جهالت بود
همه کار او بر بطالت بود
سه قسم است آرام ارجن بدان
که آسودگی بخش جسم ست و جان

خیال ریاست بسر داشتن
ز احوال هر کس خبر داشتن
نگهداشتن پاس جاه و جلال
تامل نمودن بفکر مآل
خبردار بودن بفن سلاح
تحمل نمودن که بخشد فلاح
بخوی رنج و غم کند کار بیش[1]
سه گونه شوند کردار بیش
زراعت تجارت شبانی دگر
ندارد خیالات دیگر بسر
بود خوی غم گن بشود رسا م
بود خدمتش کار هر صبح و شام
هر آنکس که بر وضع خود قائم است
دلش خورم و بهره ور دایم است

[1] وبیش

محیط است بر چار برن این سہ گن
بہ پنگوڑہ تقسیم شد گوش کن

بخوے ستوگن برہمن بود
کہ پاکیزہ و خشک دامن بود

دل و پنج حس را بدست آورد
بقوتِ رعونت شکست آورد

ریاضت بصبر و تحمل کند
بدرکِ معانی تأمل کند

ثباتش بود بر کتاب و بید بس
بعلم الیقین ہم بعین الیقین

بخوییت ست رج بر آمیختہ
قضا نقش ہر چہتری[۱] ریختہ

سخاوت شجاعت ثبات قدم
ہمہ جہد بودن بہ تحصیل علم

۱؎ کشتری

کند کار از مرده دل بر کند
خیالِ تکبر ز سر دور کند
خرد را دراں دخل کمتر دهد
که تا شغل امید او بر دهد
نداند که من می کنم این عمل
اگر این چنین کرده شد بے خلل
ز ترکِ عمل آنچه حاصل شود
بدست آید او را و کامل شود
کند هر چه الله میداندش
خدا بندهٔ خویش میداندش
بطرزیکه واصل بحق می شود
پئے رحمتش مستحق می شود
ازاں اندکے گوش کن اے پسر
که کردم ز رازِ حقیقت خبر

پرستند کسے را باعمالِ خویش
کہ از عقل و فہم و تمیز ست بیش
ہماں جلوہ شد جلوہ گر در ہمہ
ہماں نورِ تابش کند بر ہمہ
رسد تا بمقصود راحت کند
ز آمد شدن با فراغت کند
بدین دگر رہ سپردن خوش است
باٰئین خود جاں سپردن خوش ست
اگر کار شایان خود کردہ ست
ز نیکان عالم سبق بردہ است
اگرچند بے عیب کردار نیست
ولے ہیچو کارِ خود ست کار نیست
چو آتش کہ عیب و نہاں در وے است
باٰئین عیب ہم ترک آتش کے است

هر آنکس که محبوبِ او خود است
همیشه به محبوب خود واصل است
تمنّاش نبود که خود مقصد است
که بر دین و دنیاش دستی زد است
برابر بود پیشِ او مور و فیل
همین است عرفان او را دلیل
چو من می شود می رسد تا بمن
تو هم آشنا شو خدا را بمن
چو بر من کند تکیه بر کار و بار
بود دلبرِ مقصدش در کنار
بامداد و تائید و عقل و معاد
دلِ خویشتن را بمن هر که داد
ز بندِ غم و درد آزاد شد
جهانش بیادِ من از یاد شد

کند ترک لذّات حسّی نخست
بدست آورد دل بعقل درست
خیالِ محبت ندارد بسر
نہ از کیں نخراشد کسے را جگر
بخلوت نشستہ غذا کم کند
چو وحشی ز دنیائے دوں رم کند
زبان و دل و دیں نگہدار داو
خیالِ ہماں رشک سرداردا او
خودی و غرور و غضب حرص و آز
ازینہا بباید شود بے نیاز
ذخیرہ نہ کردن کند اختیار
ندارد محبت بخویش و تبار
چنیں شخص آخر ہماں مے شود
ہمہ تن دل و جملہ جاں مے شود

همه هست از قدرت کردگار
نه کار من و تست این کار و بار
پناهنده شو با خدای کریم
ز غیر از کرم نیست رای کریم
یادوار چشم و یادوار گوش
یادوار دل را اگرت هست هوش
پرستار او باش در یاد او
گرفتار او باش و آزاد او
قلم کش بر اوراق و آئین کیش
ورا کن تصور دل و دین و خویش
در معرفت بر تو کردیم باز
تامل کن و کار خود را بساز
ز هر بند آزاد او ساز دست
ز هرگونه غم شاد او ساز دست

اگر از خودی پا بگل مانده اند
بسے دور از راه دل مانده اند
غلط هست از جنگ خویشاں گریز
مشیت همی آروست پرستیز
تو شاهی و خوبت شجاعت بود
نمایاں ز رویت شجاعت بود
بپائے تو زنجیر مردانگی است
چنیں بد دلیها ز دیوانگی است
کند خوے تو عاقبت کار خویش
کنی جنگ با پیر و فرزند خویش
ولے نیست کو منزل یار نیست
ازیں راز هرکس خبردار نیست
بچرخ است عالم ز فرمان او
سر عاشقان است قربان او

مگو پیش منکر سخن‌های من
بگو با کسی کوست دانای من
بجاهل بغافل بکاهل مگو
بناحق شناسان باطل مگو
سخن ناشنو را مخاطب مکن
بنامحرمان زآگهی لب مکن
هر آنکس که این راز را بشنود
بخلد برین بیگمان میرود
دهد فائده معتقد را بسی
عقیدت نه بخشد بمنکر کسی
هر آنکس که خواند عزیز است او
که از صاحبان تمیز است او
جواب و سوالی که باهم شداست
هر آنکس که خواندست خرم شداست

کنون بشنو از من کہ یارِ منی
باخلاصِ دل رازدارِ منی

بمن دار دل سئے ببرستی غیر
بمن باش دائم نہ در کوے غیر

پرستار من باش ہر صبح و شام
مرا سجدہ کن با شبانِ تمام

مرا یاد کن تا بیابی مرا
بہ بینی بصد بے حجابی مرا

بمن مے رسی عہد بستم بتو
بہر حال اے یار ہستم بتو

رہ و رسم و آئین دیں راگذار
بمن روے دل از محبت بیار

تفکر مکن حامیٔ تو منم
کہ پختہ کن خاصیٔ تو منم

شدم محرم ایں سخنہائے راز
کہ مے گفت آں مظہر بے نیاز

سہروردیِ پاکیزہ گیہان است ایں
دوائے دل سینہ ریشانست ایں

عجب گفتگوئیست دلشاد کن
ز رنج و غم و درد آزاد کن

چناں جلوۂ حسن او دیدہ ام
کہ از خود فراموش گردیدہ ام

چہ پرسی از من ظفریاب کیست
پئے تخت شاہنشہی باب کیست

بجائے کہ چوں کشن جگیشر است
کہ از نور او ہر دو عالم پُر است

بجائے کہ ارجن کماندار ہست
باقبال خوبی سروکار ہست

اگر گوش دارد کس از اعتقاد
بود فارغ از رشک و حقد و عناد

خوشا حال او خوش سر انجام او
برین صفحه ماند بسا نام او

بگو هرچه گفتم شنیدی ز دل
هم از قوم و خویشان بریدی ز دل

بگفتا که از یمن ارشاد تو
ببستم دل خویش با یاد تو

بجز پیشان محبت نمانده مرا
که عرفان بجائے رسانده مرا

بفرمان تو بسته ام من کمر
ندارم نہ پیکار کردن حذر

دگر شیخ یارا چہ گوید سخن
که از لطف بپاس وحید زمن

همانجاست دولت همانجاست داد
همانجاست فتح و ظفر یاد باد
اگرچند فخرے تو ثروت بجاست
ولے فخر کردن کجا خوش نماست
مکن سجدۀ شکر پروردگار
که آید ز دست تو زینگونه کار

تمام شد

حمایت اسلام پریس لاہور
میں باہتمام شیخ حسن الدین پرنٹر چھپوا کر ایم اے بی چودھری پبلشر نے خیابان گنج بخش لاہور سے شائع کیا